وَسِیلَةُ الغَرِیب

الیٰ

جَنابِ الحَبِیب صلی اللہ علیہ وسلم

فضائل و تاریخ اہلبیت

تالیف

حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی

ترجمہ

مولانا غلام مصطفی قاسمی

محمد حسن طاهري

وسیلۃ الغریب

الیٰ

جنابِ الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

فضائل و تاریخِ اہلبیت

تالیف

حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رح

حافظ عبید اللہ طاہری

ترجمہ

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی

محمد حسن طاهري

ذخیرہ عطیہ لقمان

مقدمہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ حمد وثنا کے بعد فقیر حقیر امیدوار رحمت ملک غنی محمد ہاشم بن عبد الغفور سندھی (اصلح اللہ تعالیٰ حالہ واحسن قالہ) کہتا ہے کہ مجھے سننے میں آیا ہے کہ اہل سنت میں سے بعض متعصب لوگوں نے (اللہ ان سے درگزر کرے) کہا ہے کہ اگر کوئی "پنجتن پاک" لفظ کا اطلاق پانچ نفوس کریمہ معروفہ پر کرے گا تو وہ رافضی ہو گا اور اگر کوئی دوازدہ امام کا اطلاق بارہ نفوس پر کرے گا تو وہ کافر ہو گا (والعیاذ باللہ) میں نے کہا زمرۂ اہل اسلام اور جماعت خدام جناب حضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ پر مخفی اور محتجب نہ رہے کہ یہ جو مشہور چلا آرہا ہے کہ لوگ پنجتن پاک کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس سے مراد جناب حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ، حسنین اور زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہم لیتے رہے ہیں تو یہ معنی صحیح اور ثابت ہیں اور اس اطلاق کی صحت کے لئے حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجود ہے کہ ایک روز صبح کو رسول اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے اور آپؐ پر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی ایک چادر تھی۔ جس پر اونٹ کے پالان کے نقش ونگار تھے، اتنے میں حسن بن علیؓ آئے آپ نے ان کو چادر کے اندر داخل فرمایا۔ پھر حسینؓ آئے پھر فاطمہؓ آئیں اور آخر میں علیؓ آئے ان سب کو چادر مبارک میں داخل فرمایا اور اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ اس کو مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں روایت کیا ہے اور اس جیسی حدیث

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مسند میں روایت کیا ہے اور یہ حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے کہ یہ آیت پانچ نفوس کے حق میں نازل ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کو طبرانی نے اپنے معجم میں اور احمد نے المناقب میں اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے اور یہ بات بھی صحت کو پہنچی ہے کہ جس وقت حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر شریف ان پر ڈالی تو اس وقت ان کے حق میں دعا فرمائی اور آپ نے یہ فرمایا کہ اللھم ھولاء اھل بیتی وخاصتی اذھب عنہم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

یعنی اے خداوند! یہ میرے اہل بیت اور خاص لوگ ہیں ان سے
نجاست کو دور کر اور ان کو کامل طور پر پاک رکھ۔

پس اس آیت کریمہ اور احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ پنجتن پاک لفظ کا اطلاق پانچ نفوس مطہرہ و معروفہ پر جائز اور ثابت ہے اور اس کا انکار جہل ہے اور اس کے قائل کو رفض سے منسوب کرنا تعصب اور عناد ہے۔ اگرچہ اہل سنت والجماعت کے علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ میں طہارت، نفوس معروفہ (پنجتن) کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ جمیع اہل بیت ازواج مکرمات وغیرہا کے لئے بھی عام ہے اس قاعدہ کے بنا پر جو کہ علم اصول فقہ میں ثابت ہے[1]

میں نے چاہا کہ متعدد کتابوں سے ایجاز اور اختصار کے طور پر اہل بیت کرام کے عشاق کو شوق دلانے اور حضرت سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ واشرف السلام کی رضامندی کی خاطر کچھ فضائل اور حالات جمع کروں کیوں کہ آل اور اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہر ایک ہمارے لئے بمنزلہ مردمک چشم اور آنکھوں کا نور ہے، کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے تشبیہ دی ہے کہ جو اس کوئی اس میں سوار ہوگا

---

[1] نوٹ:- اس کے بعد کی کچھ سطریں مخطوطے سے غائب ہیں۔

وہ نجات پائے گا۔ اور جو اس سے پیچھے رہا وہ غرق ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے۔ اور فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں پس تم ان کی پیروی کروگے تو ہدایت پاؤگے۔ ان دو حدیثوں سے ظاہر ہوا کہ جیسا کہ سمندری سیاحت کرنے والوں کے لئے دو چیزوں کی مراعات ضروری ہے ایک کشتی کی کہ اس کو غرق ہونے سے بچایا جائے۔ اور دوم ستارے کی کہ اس کی طرف نظر کرنے سے منزل مقصود تک پہنچ جائے اور غیر مقصود (جو کہ راستہ کو گم کرنا ہے) سے امن میں رہے اسی طرح آخرت کی طرف سالک اور راہ سفر کرنے والے کے لئے بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آل اور اصحاب کی مراعات ضروری ہے۔ تاکہ ہلاکت سے بچ جائے مقصود کو پائے اور گمراہی سے امن میں رہے۔

جب کہ اصحاب کرام کے فضائل اور مناقب بے شمار ہیں اور اس رسالے کے سوا دوسرے رسالے میں بیان ہوئے ہیں۔ اس لئے اس مختصر رسالہ میں بے شمار دلائل فضائل و مناقب اہل بیت کرام میں سے کچھ اختصار کے طور پر یہاں بیان کئے ہیں۔ اور یہ مختصر رسالہ شب جمعہ تاریخ ستائیس ماہ شعبان مکرم ۱۱۶۴ھ میں شروع ہوا اور رسالہ کا نام وسیلۃ الغریب الی جناب الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا اور اس کی بنا چھ ابواب پر کی گئی۔

سوانح حیات

علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی سندھی

برِصغیر پاک و ہند کو بارہویں صدی، کے جن اکابر علماء اور بزرگانِ دین پر فخر ہے ان میں سے ایک طرف اگر دہلی کے جلیل القدر عالم اور عارف حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا نام نامی امتیازی شان سے نظر آتا ہے تو دوسری جانب ٹھٹہ سندھ کے نامور عالم، فقیہ اور محدّث مخدوم محمد ہاشم سندھی بھی شاہ صاحبؒ کی طرح عالمی شہرت کے عالِم نظر آتے ہیں، جن کی علمی تصنیف اور تالیف کی عظیم شہرت رہی ہے اور آپ کے تلامذہ کا سلسلہ عالَمِ اسلام میں پھیلا ہوا ہے۔

آپ کا نسب اس طرح ہے محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن محمد قاسم[1] بن خیرالدین مخدوم صاحب کے والد مولانا عبدالغفور شہر بھٹورہ میں مقیم تھے۔ جہاں ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۱۰۴ھ میں مخدوم محمد ہاشم کا تولد ہوا۔ آپ نے ابتدائی

---

[1] مخدوم صاحب کے ایک شاگرد سید عبدالرحمٰن بن سید اسلم مکی نے آپ کا یہ نسب نامہ ایک قلمی اجازت نامہ میں ذکر کیا ہے

تعلیم اپنے والد کے پاس حاصل کی اور پھر اپنے اس دور کے عظیم علمی مرکز ٹھٹہ آئے جہاں شروع میں مخدوم محمد سعید ٹھٹوی کے درس میں داخل ہوئے اور پھر متوسط اور انتہائی درجے کی کتابیں شیخ العلماء مخدوم ضیاء الدین ٹھٹوی سندھی سے پڑھ کر فراغت حاصل کی اور یہ مکمل نصاب صرف نو سال کی مدت میں ختم کیا۔ اس دوران یعنی ۱۱۱۳ھ میں آپ کے والد بزرگوار بھی داعی اجل کو لبیک کہہ چکے تھے اس کے بعد مخدوم صاحب نے بھٹورو کو چھوڑ کر اس کے نواحی قریہ بہرام پور میں سکونت اختیار کی۔ اور وہیں آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کا یہ ارادہ تھا کہ ملک سے جہالت اور بے علمی کو نکالنے کے لئے دیہات میں مدارس قائم کئے جائیں۔ اور اس قریہ کو تدریس کے لئے اختیار کرنے میں آپ کا یہ بھی خیال تھا کہ وہاں بدعات اور مشرکانہ رسومات کا زور تھا اور آپ تعلیم وتدریس کے ساتھ اس رسومات قبیحہ کو بھی مٹانا چاہتے تھے اور وہاں پر اس نے بڑی تندہی سے لوگوں کو احکام شریعت کی پابندی کے لئے تبلیغی جہاد شروع کیا۔ لیکن وہاں کے کچھ گدی نشینوں کو آپ کی باتیں راس نہ آئیں اس لئے مخدوم صاحب نے دیہات کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے ٹھٹہ میں سکونت اختیار کی۔

ٹھٹہ سندھ اس دور میں بڑا علمی مرکز تھا بڑے بڑے علماء شعراء صوفیاء شہر میں رہتے تھے۔ مخدوم صاحب جیسے عالم اور فقیہ کی تشریف آوری کے بعد آپ کی شہرت اور فضیلت کی آواز دور دراز ملکوں تک پہنچ گئی۔ اور سندھ، بلوچستان، افغانستان، عربستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے ہزاروں شاگرد اور فیض کے طالب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ آپ کی علمی شہرت کی آواز حکومت کے دربار میں بھی پہنچ گئی۔ مخدوم صاحب کے علمی اوج کے زمانے میں سندھ کے اندر میاں غلام شاہ کلہوڑہ کی حکومت تھی اور میاں صاحب خود مخدوم صاحب کے معتقدین مسلک میں منسلک تھے۔ ٹھٹہ میں علمی مرکز ہونے کے ساتھ بدعات اور مشرکانہ رسوم کا بھی دور دورہ تھا۔ مخدوم صاحب کے ایما پر حاکم وقت سے ان رسومات کی بندش کے لئے آپ کو ایک پروانہ بھی ملا تھا۔ جس پر تاریخ ۲ شعبان ۱۱۷۲ھ مرقوم ہے۔

مخدوم صاحب ۱۱۳۵ھ میں حج کے ارادے سے حرمین شریفین چلے گئے اور وہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حرمین کے علماء محدثین شیخ عبدالقادر صدیقی مالکی، شیخ عبد بن علی مصری، شاہ ولی اللہ کے استاد، شیخ محمد ابو طاہر مدنی اور شیخ علی بن عبدالملک درادی وغیرہم سے آپ کی علمی ملاقاتیں اور مجلسیں ہوئیں اور ان سے حدیث اور دوسرے علوم کی سندیں لیں اور اجازتیں حاصل کیں جس کا ذکر آپ نے اپنی مشہور تالیف اتحاف الاکابر اور اس کے ذیل میں کیا ہے، مخدوم صاحب نے اپنی بعض تصانیف کے حاشیہ میں اس سفر کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو جمعرات ۱۲ رجب ۱۱۳۶ھ میں مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ واپسی میں سورت بندر میں آپ کی سید محمد سعداللہ سورتی سے ملاقات اور ان کے ہاتھ پر قادری طریقہ میں آپ نے بیعت بھی کی اور خرقہ خلافت بھی حاصل کیا اور ایک سال وہاں رہ کر ۱۱۳۷ھ میں ٹھٹہ میں وارد ہوئے۔ اس سفر کے بعد آپ کا زیادہ تر میلان علم حدیث کی طرف تھا اور اس فن میں آپ تصنیف و تالیف بھی کرتے رہے مخدوم صاحب ضبط اوقات کا بہت خیال فرماتے تھے ۲۴ گھنٹے کام اور آرام کے لئے تقسیم کر رکھے تھے۔ درس و تدریس کے علاوہ تالیف و تصنیف کے لئے بھی آپ کا خاص وقت مقرر تھا اور عبادت اور ذکر و فکر کے لئے بھی وقت مقرر ہوتا تھا۔ آپ کی اولاد میں سے میاں غلام محمد نے لکھا ہے کہ مخدوم صاحب نے ایک سو پچاس چھوٹی بڑی کتابیں تالیف فرمائی تھیں جو موجود ہیں، اور یہ سب عربی فارسی اور سندھی زبان میں ہیں جن کے کچھ نام یہ ہیں۔

اتحاف الاکابر، نظم الجواہر بذیل اتحاف الاکابر، حذیقۃ الصفانی، اسماء المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی گیارہ سو اکیاسی اسماء مبارکہ پیش کئے گئے ہیں۔ العقار بعوالی الاخبار اس میں موطا امام مالکؒ کی ثنائیات اور امام محمد بن حسن کے آثار کی ثلاثیات، صحیح بخاری کی ثلاثیلات اور معجم طبرانی کی ثلاثیات کو جمع کیا گیا ہے فاکہتہ البستان ذبح اور شکار کے مسائل میں (اس کا آپ نے سندھی میں بھی ترجمہ کیا ہے) مظہر الانوار یہ روزوں کے مسائل میں بڑی تحقیقی کتاب ہے۔ اس کا آپ نے فارسی

میں حیات الصائمین کے نام سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے اور یہ دونوں کتابیں احقر مترجم کی ذاتی لائبریری میں موجود ہیں۔ جنۃ النعیم فی فضائل القرآن العظیم (ایک جلد میں) تفسیر القرآن العظیم موسوم التفسیر الہاشمی (یہ پوری نہ ہوسکی اور آپ نے اس پر حواشی بھی لکھے ہیں) تفسیر سورۃ الملک والنون (آٹھ کاپیوں پر لکھی ہوئی ہے) خمستہ قصائدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں پانچ چھوٹے عربی قصیدے ہیں۔ الرسائل الثلاثۃ فی مسئلۃ وضع الیدین تحت السرۃ یعنی نماز میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنے کے متعلق تین رسالے ہیں جن کے اس طرح نام رکھے گئے ہیں (۱) درہم الصرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ (۲) ترصیع الدرۃ علی درہم الصرۃ (۳) معیار انتقاد فی تمییز المغشوش عن الجیاد کتاب السیف الجلی علی ساب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (احقر کے پاس موجود ہے) رسالۃ فی کیفیۃ مسح الراس) رسالۃ تقدیر صدقۃ الفطر وغیرہ یہ سب عربی کتابیں ہیں۔ اور فارسی تالیف کی کچھ یہ کتابیں ہیں۔ وسیلۃ الفقیر بشرح اسماء الرسول البشیر صلی اللہ علیہ وسلم یہ بڑی کتاب ہے اور حدیقۃ الصفا مذکورہ کی شرح ہے۔ زاد السفینۃ لساکی المدینۃ۔ اس میں مدینہ منورہ کے اسماء اور ان کے خصائص وغیرہا کا ذکر ہے (احقر کے پاس ہے) ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول۔ احادیث مرفوعہ، موقوفہ) آثار تابعین اور خواب وغیرہ کے ذریعہ جو صلوٰۃ کی کیفیت ملی ہے اس کا ذکر ہے اور اس کتاب کا خطی نسخہ بخطِ مؤلف مخدوم محمد ہاشمؒ میرے پاس موجود ہے۔ حیات الصائمین، مظہر الانوار کا فارسی ترجمہ خود مؤلف نے کیا ہے اور اس میں اصل سے کچھ زیادات اور فوائد عزیزہ بھی آگئے ہیں (میرے پاس موجود ہے) نتیجۃ الفکر فی تحقیق صدقۃ الفطر یہ مذکور عربی رسالے سے بڑا ہے، رسالۃ فی کیفیۃ اسقاط الصلوات والصیام عن المیت، رشف الزلال بتحقیق فئ الزوال، اس میں سندھ اور اس کے قریب ملکوں کے سایہ کی تحقیق ہے (میرے پاس موجود ہے) تحفۃ الاخوان فی منع شرب الدخان، اس میں تمباکو نوشی کو بدعت اور مکروہ بتایا گیا ہے۔ اور افیون بھنگ وقہوہ وغیرہ کا حکم بھی بتایا گیا ہے۔ مناسک الحج بڑی جلد میں ہے اور اس کا اصلی نام سفینۃ السالکین الی بلد اللہ الامین ہے، وسیلۃ الغریب ہے الی جناب الحبیبؐ

اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

نوٹ :۔ آخری رسالہ کے علاوہ باقی سب تصانیف سنہ ۱۱۳۶ھ سے پہلے کی ہیں جن کا آپ نے اپنی تحریر میں ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ تحریر مولانا سیّد عبدالرحمٰن بن سیّد محمد اسلم مکی حنفی کے لئے اجازت نامہ ہے جس میں اپنی کتابوں کی بھی ان کو اجازت دی گئی ہے اور اس میں آپ نے سندھی تالیفات کی بھی ان کو اجازت دی ہیں اور آخر میں اس اجازت نامہ کی اپنی دست خطی تحریر سے تصدیق فرمائی ہے جس پر تاریخ ۱۲ ذوالحجہ سنہ ۱۱۳۶ھ درج ہے اور یہ بعینہ تحریر میرے پاس موجود ہے سندھی کتابوں کے آپ نے ذبح وشکار مسائل روزہ، رسالہ معجزات، رسالہ کیفیت صلوۃ بر مبنی، رسالہ وعظ اور حالات مؤلف مخدومؒ کا ذکر فرمایا ہے اور سب قدیم طرز پر سندھی منظوم کتابیں ہیں۔ سندھ کے یہ نامور بزرگ اور عالم ستر سال کی عمر میں رجب سنہ ۱۱۷۴ھ میں رحلت فرما گئے اور کوہ مکلی پر مدفون ہیں آپ کا مزار زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔

غلام مصطفےٰ قاسمی

پہلا باب

ان آیات قرآنیہ کے بیان میں جو کہ اہل بیت مکرم کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اس مختصر کتاب میں جو جملہ آیات مذکور ہیں وہ چھ عدد ہیں۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا
وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ
لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آل عمران آیہ ٦١)

یعنی حق سبحانہ، تعالیٰ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی (اس کے متعلق) تو (ان سے) کہدے کہ آؤ ہم بلا دیں ہم اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمھاری عورتیں اور اپنی جان اور تمھاری پھر التجا کریں ہم سب (خدا تعالیٰ کی طرف) اور لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں۔

اس آیہ کے سبب نزول کا اجمالی بیان یہ ہے کہ یہ آیۃ کریمہ نصاریٰ کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی جو ساٹھ نفر پر مشتمل تھی جو یمن کے شہر نجران سے مدینہ منورہ میں آئی تھی۔ یہ سال نو یا گیارہ ہجری کا واقعہ ہے انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کچھ کہا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسا تم کہتے ہو ایسا نہیں ہے بلکہ وہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

نصاریٰ اس بات سے منکر ہوئے۔

حق سبحانہ، تعالیٰ نے اس آیۃ کو نازل فرمایا تب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ بلائیں ہم اپنے اور تمھارے بیٹے الخ اور جھوٹوں پر لعنت بھیجیں اور یہ

دعا کریں۔ پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ جب میں دعا کروں تو آپ آمین کہیں اور نصاریٰ سے فرمایا کہ تم بھی اپنے ساتھ اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ، تاکہ وہ بھی ان کی دعاء پر آمین کہیں۔ جب یہ بات ہوئی تو نصاریٰ کے ایک سردار نے اپنی جماعت سے کہا کہ اگر فی الحقیقت محمدؐ نبی مرسل ہے اور تم نے اس سے مباہلہ کیا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور روئے زمین پر کوئی نصرانی قیامت تک باقی نہ رہے گا۔ نصاریٰ کی جماعت نے یہ بات سن کر دعا مانگنے سے انکار کیا۔ پس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دعا مانگنے سے انکار کرتے ہو تو پھر اسلام لاؤ۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کیا اور انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر صلح کر لی کہ ہر سال دو ہزار پوشاک ماہ صفر میں اور ایک ہزار دوسری پوشاک ماہ رجب میں ادا کرتے رہیں گے اور ہر سال ۳۳ اونٹ ۳۳ لوہے کی زرہیں اور ۳۳ گھوڑے بھی دیتے رہیں گے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلح کو ان سے قبول فرمایا اور ان کو امان دے دی اور فرمایا کہ اگر یہ نصاریٰ ہم سے دعا میں مقابلہ کرتے تو تحقیق وہ بندروں اور سوئروں کی شکل میں مسخ ہو جاتے اور نجران کی وادی ان پر آگ ہو جاتی اور تحقیق سبحانہٗ تعالیٰ جملہ اہل نجران کی بیخ کنی کرتا اور ان سب کو ہلاک کرتا تاکہ ان کی شامت سے ان کے پرندوں کو بھی ہلاک کرتا۔ اسی طرح ذکر کیا بیضاوی اور خازن نے اپنی تفسیروں میں۔

صاحب کشاف (علامہ زمخشری) نے کہا ہے کہ اصحاب چادر یعنی حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر اس سے زیادہ کوئی دلیل قوی نہیں ہے۔ کیونکہ جب یہ آیہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار تن مبارک کو طلب فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ قرآن مجید کے لفظ "ابناءنا" سے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں اور "نساءنا" سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں اور "انفسنا" سے نفس نفیس حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور نفس گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہے اور یہ ان کے حق میں کمال فضل اور غایت شرف ہے۔ کشاف کی تحقیق ختم ہوئی۔

دوسری آیۃ:- واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ (سورہ آل عمران آیۃ ۱۰۳)
یعنی حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خدا تعالیٰ کی اس مضبوط رسی سے مراد ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں اسی طرح علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

تیسری آیۃ۔ ام یحسدون الناس علی ما آتٰھم اللہ من فضلہ ج
سورۂ نساء آیۃ ۵۴)

یعنی حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا کہ یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا اس پر جو دیا ہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہاں لوگوں سے مراد ہم لوگ ہیں۔ یعنی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا حضرت محمد باقرؓ نے کہ میں اس پر خدا تبارک وتعالیٰ کی قسم اٹھاتا ہوں۔

چوتھی آیت۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ (سورہ احزاب آیۃ ۳۳)۔

اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ یہ آیہ پانچ پاک تن کے شان میں نازل ہوئی ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دن کے پہلے حصے مین تشریف لائے کہ آپ پر سیاہ رنگ کی چادر بکری کے بالوں سے بنی ہوئی تھی اور اس چادر مین اونٹ کے پالان کی لکڑی کی شکل کے نقش ونگار تھے، اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے ان کو پیغمبر علیہ السلام نے اپنی سیاہ چادر کے اندر داخل فرمالیا، پھر حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے ان کو بھی چادر میں داخل فرمایا۔ پھر حضرت علی آئے ان کو بھی

چادر میں داخل فرمایا۔ پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

نیز احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار تن مبارکہ کو اپنی چادر میں داخل فرمایا تو اس وقت آپؐ نے حضرت حق جل شانہٗ کی درگاہ سے ان کے حق میں یہ دعا کی کہ۔ اللھم ھولاء اھل بیتی وخاصتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ یعنی اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور میرے خاص لوگ ہیں۔ ان سے ناپاکی اور پلیدی کو دور کر اور ان کو اچھی طرح پاک کر۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا شریف کو قبول فرمایا۔ اور اس آیت مبارکہ کو نازل فرمایا۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس (الآیۃ)

اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں۔ اے نبی کے گھر والو اور ستھرا کر دے تم کو ایک ستھرائی سے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنی دونوں زانوں پر بٹھایا اور حضرت علیؓ آپؐ کے دائیں طرف بیٹھ گئے اور حضرت فاطمہؓ بائیں طرف بیٹھ گئیں۔

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے اس وقت دعا میں یہ بھی فرمایا کہ میری ان لوگوں سے صلح ہے جن کی ان سے صلح اور میں ان سے جنگ کروں گا جو ان (اہل بیت) سے جنگ کریں گے اور میں ان کو دوست رکھتا ہوں جو ان کو دوست رکھتے ہیں اور میں ان لوگوں سے دشمنی رکھتا ہوں جو ان سے دشمنی رکھیں گے یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں پس خدایا اپنی صلوٰۃ، اپنی رحمت، اپنی مغفرت اور اپنی رضا کہ میرے اوپر اور ان پر نازل فرما۔

بعض روایات میں ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کے گھر میں ہوا - جب حضرت ام سلمہ نے اس تمام کیفیت کو معلوم کیا کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر میں داخل فرمایا اور ان کے حق دعا فرمایا تو حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں بھی ان کے ساتھ چادر میں آجاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ کو چادر میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ لیکن ان کی دوسری طرح دلجوئی فرمائی کہ اے ام سلمہؓ تحقیق تم عظیم خیر پر ہو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ چار تن مبارک کے لئے دعا تمام کرنے کے بعد حضرت ام سلمہؓ کو بھی چادر میں داخل فرمایا۔

اور روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اس وقت جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام اتر آئے ان کو بھی مذکورہ اشخاص کے ساتھ چادر میں داخل فرمایا۔

ان احادیث سے گیارہ فوائد معلوم ہوئے۔

اوّل۔ یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان چار تن مبارک کو اپنی چادر میں داخل کرنا۔ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں ہوا اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت فاطمہؓ زہرا کے گھر میں ہوا۔

دوم :- یہ کہ وقت دن کا ابتدائی حصہ تھا۔

سوم :- یہ کہ وہ چادر اس سے پہلے آپؐ پر زیب تن تھی اور اس لحاظ سے چار تن مبارک کے لئے بھی تبرک کا باعث ہوئی۔ باقی یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ وہ چادر اس وقت آسمان سے یا بہشت سے اتری تھی۔ یہ عبارت حدیث کی کتابوں میں اس ضعیف (مؤلف) کی نظر سے نہیں گذری واللہ تعالیٰ اعلم۔

چہارم :- یہ کہ وہ چادر بکری کے بالوں سے بنی ہوئی تھی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال زہد معلوم ہوتا ہے۔

پنجم :- چادر کا رنگ کالا تھا۔

ششم :- اس چادر میں نقوش بھی تھے جس کا بیان پہلے ہو چکا۔

ہفتم :- پنج تن مبارک کے تشریف لانے کی ترتیب یہ تھی کہ پہلے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے پھر امام حسن، پھر امام حسین پھر حضرت فاطمہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

ہشتم :- یہ کہ آیۃ کریمہ اسی وقت نازل ہوئی۔

نہم :- یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر میں اپنے اہل بیت کے ساتھ بہ نفس نفیس خود کو بھی اس لئے داخل رکھا کہ اس سے اہل بیت کریم کا شرف آپؐ کی ذات شریفہ کے انضمام سے بڑھ جائے۔

دہم :- یہ کہ آپؐ نے اس چادر میں جبرئیل و میکائیکل علیہما السلام کو بھی داخل فرمایا تاکہ اس سے اہل بیت کا شرف اور منزلت بڑھ جائے۔

یازدہم :- یہ کہ ان احادیث سے پانچ تن پاک کے چادر کے اندر بیٹھنے کی کیفیت بھی واضح ہوگئی کہ امام حسنؓ، اور امام حسینؓ دونوں آپؐ کے زانوئے مبارک پر بیٹھے ہوئے تھے، حضرت علیؓ دائیں طرف اور حضرت فاطمہؓ بائیں طرف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں چند وجوہ دوسرے بھی مروی ہیں بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس آیۃ میں اہل بیت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات ہیں جس کا یہ قرینہ ہے کہ اس آیۃ کے ماقبل اور مابعد میں سب ازواج مطہرات کا بیان ہے کچھ مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اہل بیت سے مراد پانچ تن پاک ازواج مطہرات ہیں۔

اس قول کو بیضاوی نے اپنی تفسیر میں ترجیح دی ہے اور سید مرزا مخدوم پسر سید شریف جرجانی نے نواقص میں کہا ہے کہ یہی قول اکثر مفسرین اور محدثین کا ہے اور وہی حق انتہی۔ بعض مفسر اس خیال کے ہیں کہ اہل بیت سے وہ سب لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔ اس قول کی بناء پر اہل بیت میں تمام آل ہاشم یعنی آل حضرت علیؓ، آل جعفرؓ، آل عقیل پسران ابی طالب، آل عباس، آل حارث، پسران عبدالمطلب داخل ہیں اور آل مطلب بھی داخل ہو جاتی ہے اور بعض علماء کے قول پر آل عبدالمناف بھی داخل ہے۔

پانچویں آیۃ :- ان اللہ وملٓئکتہٗ یصلون علی النبی ط یایھا الذین

امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔ (سورہ احزاب آیۃ ۵۶)

یعنی اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر ۔ اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر ۔

بخاری اور مسلم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیۃ نازل ہوئی اور اس میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ اور سلام کہنے کا حکم ہوا تو ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ پر کس طرح صلوٰۃ کہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح کہو :۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد (حدیث کے آخر تک)

پس جب قرآن عظیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کہنے کا حکم ہو تو اور آنحضرتؐ نے اس کی یہ تفسیر فرمائی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر صلوٰۃ پڑھی جائے تو آپ نے اپنی آل کو اپنی جگہ پر رکھا اور ان کو بھی اپنے حکم میں داخل فرمایا ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریف آل کے حق میں کمال فضیلت اور نہایت منقبت ہے ۔

چھٹی آیۃ :۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ۔ (سورہ شوریٰ آیۃ ۲۳)

یعنی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے دین کی تبلیغ پر کچھ بدلہ مگر دوستی چاہیئے (میری محکم) قرابت میں ۔

امام احمد اپنی مسند میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور حاکم اپنی کتاب مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب یہ آیۃ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپؐ کی اس قرابت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہوئی تو آپ نے فرمایا علی فاطمہ اور ان کے دو بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

باب دوم

ان احادیث نبویہ کے بیان میں جو کہ اہل بیت مکرم کی فضیلت میں بلا کسی تخصیص اشخاص معینہ کے وارد ہوئی ہیں اور اس رسالے میں ایسی چالیس احادیث لائی گئی ہیں۔

پہلی حدیث: مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطیب ہو کر کھڑے ہوئے پھر آپؐ نے اپنے خطبہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا کہ اے لوگو میں نہیں ہوں مگر تم جیسا بشر اور قریب ہے کہ میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس موت کا پیغام پہنچانے والا آئے اور میں اس کے پیغام کی اجابت کروں اور تحقیق میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔

ایک اللہ کی کتاب جس میں ہدایت اور نور ہے تم خدا کی کتاب کو مضبوط پکڑو اور اس پر عمل کرو۔

دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میرے اہل بیت کے حق میں میرا خیال کرو اور میری رعایت کو ان کی رعایت کرو۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم ان سے یعنی اہل بیت سے سبقت نہ کرو کہیں اس سے تمہاری ہلاکت نہ ہو جائے۔ اور ان کے حقوق کی ادائی میں کوتاہی نہ کرنا۔ کہیں یہ کوتاہی تمہیں ہلاک نہ کر دے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی کتاب کی مثال حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو

کوئی اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے پیچھے رہا وہ غرق ہوا اور میرے اہل بیت کی مثال دروازہ حطہ (جو بیت المقدس کے دروازے) کی طرح ہے جو کوئی اس میں داخل ہوا تو وہ مغفرت سے محروم رہا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے حق میں خدا تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں اسی طرح دو مرتبہ آپ نے اس کو دہرایا۔

یہ خطبہ آپ نے کس وقت دیا؟ اس میں روایت کا باہمی اختلاف ہے ایک روایت میں غدیر خم کا دن ہوا۔ دوسری روایت میں ہے کہ میدان عرفات میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہوا تیسری روایت میں ہے کہ اخیر مرض کے زمانے میں مدینہ منورہ میں ہوا علماء نے روایات کے اس اختلاف کو مختلف اوقات پر حمل کیا ہے کہ آپؐ نے اہل بیت کرام کے مناقب اور فضائل تاکید کے طور پر لوگوں کو بتانے کے لئے متعدد مرتبہ اس قسم کے ارشادات فرمائے تھے۔

دوسری حدیث:۔ طبرانی نے اپنی کتاب معجم میں ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حرمات تین ہیں۔ جس کسی نے ان کی حفاظت کی تو خدا تعالیٰ اس کے دین اور دنیا دونوں کو محفوظ رکھے گا اور جس نے حفاظت نہ کی تو خدا تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کو محفوظ نہ رکھے گا۔

ابو سعید خدری نے کہا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ حرمتیں کیا ہیں آپؐ نے فرمایا حرمت اسلام، میری حرمت اور میری قرابت کی حرمت۔

تیسری حدیث:۔ بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کے فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اے لوگو محمد کو ان کے اہل بیت میں دیکھو یعنی آپکے حق کو اہل بیت میں دیکھیں پس ان کی تعظیم کریں اور ان کو ایذا نہ دیں۔

چوتھی حدیث:۔ ملاّ نے سیرت میں روایت کی کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ میرے اہل بیت کے ساتھ مجھ سے خیر کی وصیت لے لو کیونکہ تحقیق میں قیامت کے دن ان کے حق میں آپ سے مخاصمہ کروں گا اور جس کے ساتھ میرا مخاصمہ اور جھگڑا ہو گا تو یقینی طور میں مخاصمہ میں غلبہ پاؤں گا اور جس پر میں نے جھگڑے میں غلبہ پایا تو وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔

پانچویں حدیث :۔ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی میرے اہل بیت کے حق میں میرا خیال رکھے گا تو اس نے خدا تعالیٰ سے اپنی نجات کا عہد لے لیا۔

چھٹی حدیث :۔ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں بہشت کے ایسے درخت کے شاہ ہوں جس کی شاخیں باہر دنیا کی طرف نکلی ہوئی ہوں یعنی میرے اہل بیت۔ پس اگر کوئی چاہتا ہے کہ اپنے پروردگار کی طرف جانے کا راستہ چاہے تو ان شاخوں کو مضبوط پکڑ لے۔

ساتویں حدیث :۔ امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمام تعریف اور شکر خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جس نے حکمت کو میرے اندر رکھا اور میرے اہل بیت میں۔ حکمت عبارت ہے مومن کا کمال دین میں علم اور عمل کے اجتماع میں

آٹھویں حدیث :۔ دیلمی نے فردوس میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو آگاہ ہو جاؤ میرے اہل بیت اور انصار کرام میرے لئے بغچہ کی طرح ہیں ان میں سے جو نیک ہیں ان سے نیکی کو قبول کریں اور ان کے میرے لوگوں سے در گزر کریں۔

نویں حدیث :۔ حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے اور طبرانی اور ابونعیم اور بزار نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ میرے اہل بیت کی مثال تمہارے اندر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو کوئی اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے پیچھا رہا وہ غرق ہوا۔ یہ حدیث اوائل رسالہ میں بھی گذر چکی ہے۔

دسویں حدیث :۔ طبرانی اپنی کتاب معجم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اپنی امت سے پہلے جن لوگوں کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہوں گے ان کے بعد قریش کے لئے پھر انصار کے لئے اور ان کے بعد یمن کا ہر وہ آدمی جس نے میرے اوپر ایمان لایا ہوگا اور میرا تابع ہوا ہوگا۔ ان کے بعد عجمی یعنی غیر عرب اور جس فرقے کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ اس فرقے سے بہتر ہوگا جس کی میں بعد میں شفاعت کروں گا۔

گیارہویں حدیث:۔ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ایمان والو تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو میرے اہل بیت کے لئے بہتر ہو۔

بارہویں حدیث:۔ طرانی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے یہ درخواست کی کہ امت میں سے بھی کسی کا میرے گھر آنے سے نکاح کرنے کی وجہ سے قرابت کا تعلق ہو تو وہ بہشت میں جائے پس جو کچھ میں نے اپنے پروردگار سے مانگا تھا وہ مجھے عطا کیا شیرازی کتاب الالقاب میں اس قسم کی حدیث کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

تیرہویں حدیث:۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت عباس سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مومنو خدا تعالیٰ کو دوست رکھو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تمہاری پرورش کرتا ہے اور خدا کی محبت کی وجہ سے مجھے دوست رکھو اور میری وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

چودہویں حدیث:۔ ابن عساکر نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میرے اہل بیت پر کوئی احسان کرے گا تو قیامت کے دن اس کی مکافات اور بدلہ میرے اوپر لازم ہے اور خطیب نے اس قسم کی حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

پندرہویں حدیث:۔ ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ

تحقیق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میرے ایک بال کو ایذا دیتا ہے تو تحقیق اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی تو اس نے خدا تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی آنحضرتؐ کے ایک بال سے مراد آپؐ کی آل شریف ہے۔

سولھویں حدیث:۔ ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف میں اور طبرانی نے معجم میں اور ابو العلی موصلی نے مسند میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

سترہویں حدیث:۔ حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے کہ میرے پروردگار نے میرے ساتھ میرے اہل بیت کے حق میں یہ وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرے گا تو اس کو عذاب نہ کریگا۔

اٹھارہویں حدیث:۔ دیلمی نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس شخص پر اللہ کا سخت عذاب ہوگا۔ جس سے میرے اہل بیت کو تکلیف پہنچائی ہو۔

انیسویں حدیث:۔ ابن عدی اور دیلمی نے حضرت کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے صراط پر وہ شخص ثابت تر ہوگا جس نے میرے اہل بیت اور میرے اصحاب سے قوی محبت رکھی ہوگی۔

بیسویں حدیث:۔ امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے اہل بیت سے جنگ کی تو میں ان سے جنگ کروں گا اور جن کی میرے اہل بیت سے صلح ہوگی تو میری بھی ان سے صلح ہوگی۔

اکیسویں حدیث:۔ طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب اور فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ سب لوگ جو کسی کے اولاد میں سے ہوں گے ان سب کی ان کے باپ اور ان کے عصبوں یعنی باپ کی قوم کی

طرف نسبت کی جائے گی حضرت فاطمہ کے اولاد کے سوا۔ ان کی نسبت میری طرف ہوگی پس میں ان کا باپ ولی اور عصبہ ہوں رضوان اللہ علیہم۔

بائیسویں حدیث:۔ ابن مندہ اور ملاؒ نے اپنی سیرت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور کہا حضرت ابوہریرہؓ نے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ جو کوئی میرے قرابت والوں کو ایذا پہنچائے گا تو تحقیق اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی تو اس نے خدا عزوجل کو ایذا پہنچائی۔

تیئیسویں حدیث:۔ ابو الشیخ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضے اور تصرف میں میری جان ہے کہ تب تک کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھے دوست نہیں رکھتا اور جب تک میری قرابت کو دوست نہیں رکھتا۔

چوبیسویں حدیث:۔ حافظ ابو سعید نیشاپوری نے اپنی کتاب سر المصطفیٰ میں روایت کی ہے کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ اے ایمان والو! میرے اوپر دم بریدہ صلوٰۃ مت پڑھو۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! دم بریدہ صلوٰۃ کیا ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ اس طرح ہے کہ صرف اللھم صلی علی محمد پڑھ کر خاموش ہو جاؤ، بلکہ تم میرے اوپر صلوٰۃ کے ساتھ میری آل پر بھی صلوٰۃ پڑھو۔ اور اس طرح کہیں۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔

پچیسویں حدیث:۔ ابو داود نے سنن میں ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی ہم اہل بیت پر درود بھیجتے وقت بڑے پیمانہ سے اجر لینا چاہے تو اس کو یوں درود پڑھنا چاہیئے:۔

اللھم صل علی محمد وازواجہ امھات المومنین وذریتہ
واھل بیتہ کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید۔

چھبیسویں حدیث:۔ دیلمی نے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تب تک دعا محجوب ہوتی ہے جب تک مجھ پر اور میری آل پر صلوٰۃ نہ بھیجی جائے۔

ستائیسویں حدیث:۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے دونوں سبابہ انگلیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میرے حوض پر میرے اہل بیت اور ان کے دوست رکھنے والے اس طرح وارد ہوں گے جیسے یہ دو انگلیان ساتھ ہیں۔

اٹھائیسویں حدیث:۔ دیلمی نے فردوس اعلیٰ میں عمران بن حصین سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے یہ سوال کیا کہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو بھی دوزخ میں داخل نہ کرے خدا تعالیٰ نے اس کو میرے لئے عطا فرمایا۔

انتیسویں حدیث:۔ دارقطنی اور بیہقی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا مگر میرا سبب اور نسب منقطع نہ ہو گا۔

تیسویں حدیث:۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسی سند سے کہ جس کے رجال سب ثقہ ہیں روایت کی کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد میں سے کسی کو عذاب نہ کرے گا

اکتیسویں حدیث:۔ طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابو الشیخ اور دیلمی نے ابن ابی لیلیٰ سے ارسال کے طور پر روایت کی (یعنی صحابی کا ذکر متروک ہے) کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ تب تک مومن نہیں ہوتا (یعنی ایمان کامل کے ساتھ جب تک میری جان کو اپنی جان سے اور میری اولاد کو اپنی ولاد سے محبوب تر نہ رکھے۔

تبلیسویں حدیث:۔ دیلمی نے فردوس اعلیٰ میں روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنی اولاد کو تین خصلتوں پر ادب سکھاؤ۔

۱۔ قرآن کی قراءت پر۔
۲۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر۔
۳۔ اس کے اہل بیت کی محبت پر۔

تینتیسویں حدیث :- ابن ماجہ اپنی سند میں اور حاکم اپنی مستدرک میں طبرانی اپنی معجم میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ کہا حضرت عباس نے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ میرے اہل بیت کو خدا کے لئے اور میری قرابت کے لئے دوست نہ رکھے۔

چونتیسویں حدیث :- دیلمی نے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ کو دوست رکھے گا اور جو مجھ کو دوست رکھے گا تو وہ میرے اصحاب اور میری قرابت کو دوست رکھے گا۔

پینتیسویں حدیث :- ملا نے اپنی سیرت میں روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ مجھ کو اور میرے اہل بیت کو وہی دوست رکھے گا جو مومن اور متقی ہوگا۔ اور میرے اہل بیت سے منافق اور شقی ہی دشمنی رکھے گا۔

چھتیسویں حدیث :- حاکم اور ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس خدا جل جلالہ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھ سے اور میرے اہل بیت سے کوئی دشمنی رکھے گا خدا تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

سینتیسویں حدیث :- روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے درمیان نمازیں پڑھے اور روزے رکھے اس کے بعد اس کی خدا تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات ہو کہ وہ میرے اہل بیت سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

اڑتیسویں حدیث :- طبرانی نے کتاب الدعاء میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ شخص ہیں جن پر حق سبحانہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور میں نے اور ہر مستجاب الدعوات پیغمبر نے لعنت کی ہے۔

۱- جو کوئی خدا تعالیٰ کی کتاب میں کوئی زیادتی کرے۔

۲۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان نہ رکھتا ہو۔
۳۔ میری امت پر مسلط ہو جائے حالانکہ وہ جابر اور ظالم ہو۔
۴۔ خدا تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہو اس کو حلال کہنے والا۔
۵۔ میرے اہل بیت سے ایسی چیز کو حلال سمجھنے والا جس کو خدا تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ یعنی ان پر سب وشتم کرنا اور ان کو ایذا پہنچانا وغیرہ۔
۶۔ میری سنتوں کو برباد کرنے والا۔

فائدہ۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اہل بیت کرام کی محبت بھی فرائض عین میں سے ہے اور ان سے بغض رکھنا سخت حرام ہے۔

اس پر امام شافعیؒ نے اپنے کلام میں نص فرمایا ہے:۔

ترجمہ اے رسول اللہ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے جس کو قرآن میں نازل کیا ہے۔ آپ کے لئے یہ قدر و منزلت کافی ہے کہ جس نے آپ پر صلوٰۃ نہ پڑھی تو اس کی کوئی صلوٰۃ نہ ہوگی۔

اسی طرح صحابہ کرام کی محبت بھی فرائض عین میں سے ہے اور ان سے بغض وعداوت رکھنا سخت حرام ہے۔ جیسا کہ اس مسئلہ پر بے شمار احادیث اور آیات قرآنی دلالت کرتی ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

انتالیسویں حدیث:۔ دیلمی نے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میری طرف توسل کا ارادہ رکھتا ہے اور قیامت کے دن میری شفاعت کا طالب ہے، تو اس کو چاہیئے کہ میرے اہل بیت سے تعلق رکھے اور خوشی میں ان کو شریک کرے۔

چالیسویں حدیث:۔ دیلمی نے فردوس اعلیٰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن چار اشخاص کے لئے میں شفاعت کروں گا۔

اول وہ کہ میری اولاد کی تعظیم کرے۔

دوم، ان کی حاجات کو پورا کرنے والا۔

سوم، ان کے اضطراب کے وقت ان کی اعانت کرنے والا۔

چہارم، وہ کہ اپنے دل اور زبان سے ان کو دوست رکھنے والا۔

اہل بیت کے فضائل اور مناقب میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں لیکن میں نے اس رسالہ میں اختصار کی رعایت کرتے ہوئے چالیس احادیث پر اکتفا کیا ہے۔

باب ۳ سوم

ان احادیث نبویہ کے بیان میں جو کہ اہل مکرم میں سے بعض معین اشخاص کے حق میں وارد ہوئی ہیں۔ اس رسالہ میں ایسی ۶۵ احادیث لائی گئی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق احادیث مرویہ کا بیان

حدیث (۱) بخاری، مسلم اور دوسرے محدثین نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے ایام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنایا اس پر حضرت علیؓ پیغمبر علیہ السلام کی جدائی کی وجہ سے غمگین ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جاتے ہیں۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو۔ کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون، مگر میرے بعد کوئی نبی اور پیغمبر نہیں ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت اور گرامی منقبت معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے ان کی تین خلفاء پر افضیلت اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ اوّل ہونا

ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ بعض روافض کا وہم ہے، اور ایسے اجوبہ کو جن سے روافض کی بنیاد منہدم ہو جائے ایک علیحدہ عربی رسالے میں چھبیس وجوہ کے ساتھ مفصلا بیان کیا ہے اور اس رسالہ کا نام الحجۃ القویۃ فی مسئالۃ القطع بالافضلیۃ ہے جو کوئی اسے پڑھے گا یا مطالعہ کرے گا تو اس پر اہل سنت جماعت کے مذہب کی حقیقت کھل جائے گی اور یہاں اختصار کی خاطر ان کے ذکر کو موقوف رکھا گیا۔

حدیث (۲) بخاری، مسلم اور دوسرے محدثین نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ غزوہ خیبر کے دنوں میں سے ایک دن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں اپنے لشکر کا جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خیبر کی فتح عطا کرے گا۔ اور وہ ایسا شخص ہے کہ خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور اس کا رسول اس شخص کو دوست رکھتے ہیں۔ جب رات ہوئی تو سب صحابہ نے یہ تمنا کی کہ فتح کا جھنڈا ان کو عنایت ہو۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے وہ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمایا اور حق تعالیٰ نے خیبر کو ان کے ہاتھ سے فتح فرمایا۔

ترمذی نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری تھیں۔

حدیث (۳) احمد نے ابی الفضل الطفیل سے اور ابو العلی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز جب آپ نے غدیر خم پر نزول کیا یہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے جس وقت آپؐ نے حجۃ الوداع سے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی کہ جس کا میں مولیٰ اور دوست ہوں تو علیؓ بھی اس کا مولیٰ اور دوست ہوگا۔ اور آپ نے فرمایا:۔ خداوندا! تو اس کو دوست رکھ جس کو علیؓ دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جس کو علیؓ دشمن رکھے۔ اس حدیث میں مولیٰ کا لفظ حدیث کے اخیر لفظ کے قرینے سے محبوب کے معنی میں ہے۔

حدیث (۴) ترمذی اور حاکم نے روایت کی حضرت بریدہ بن خصیب رضی اللہ عنہ سے

سب سے پہلے عمر فاروق نے مبارک دی کہ اے علی مبارک ہو کہ آپ ہر مومن مرد و عورت

اور حاکم نے اس کی تصحیح کی کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ تحقیق خدا تعالیٰ نے مجھے چار اشخاص سے دوستی کرنے کا حکم کیا اور مجھے خبر کی کہ میں بھی ان چار اشخاص کو دوست رکھتا ہوں میں نے دریافت کیا کہ یا رسول یہ چار اشخاص کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

علیؓ، ابوذرؓ مقداد اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حدیث (۵) احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت حبشیؓ بن جنادہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں اور میرے قرض کو علیؓ ہی ادا کرے گا۔

حدیث (۶) ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے درمیان مواخات اور برادری قائم کی اور علیؓ اس وقت حاضر نہ تھے۔ پس علیؓ ایسے حال میں آئے کہ آپؓ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ نے اصحاب کے درمیان ایک دوسرے سے برادری کو قائم کیا اور میری برادری ان میں سے کسی کے ساتھ قائم نہ فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؓ تم میرے بھائی ہو دنیا و آخرت میں۔

حدیث (۷) مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں حضرت علیؓ سے روایت کی کہ کہا علیؓ نے میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جو زمین سے دانے کو اگاتا ہے اور مخلوقات کا خالق ہے کہ میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد فرمایا ہے کہ اے علیؓ تجھے دوست نہ رکھے گا مگر مومن و تیرے ساتھ دشمنی نہ رکھے گا مگر منافق۔

حدیث (۸) احمد اور ترمذی نے حضرت جابرؓ سے اور ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ کہتے تھے کہ ہم انصار منافقوں کو ان کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دشمنی رکھنے سے پہچانتے تھے: یہ حدیث اگرچہ صحابی پر موقوف ہے لیکن حدیث مرفوع سے ماخوذ ہے جو پہلے گذر چکی ہے اور نیز اس کا مضمون ایسا ہے کہ اپنی رائے سے معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں غیب کی خبر ہے تب یہ موقوف روایت بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔

حدیث (۹) بزار نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ سے اور طبرانی، حاکم، عقیل اور ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ورضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس شہر کا دروازہ ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد آئے ہیں کہ جو کوئی علم کو چاہے تو وہ اس کے دروازے سے آئے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے صحیح بھی نہیں ہے اور موضوع بھی نہیں ہے اور وہ جو بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ یہ قول غیر صحیح ہے۔

حدیث (۱۰) طبرانی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیؓ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

حدیث (۱۱) ابو یعلی اور بزار نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علیؓ کو ایذا پہنچائی پس تحقیق اس نے مجھ کو ایذا پہنچائی

حدیث (۱۲) طبرانی نے سند حسن کے ساتھ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علی کو دوست رکھا تحقیق اس نے مجھکو دوست رکھا اور جس نے مجھ کو دوست رکھا پس تحقیق اس نے خدائے عزوجل کو دوست رکھا اور جس نے علیؓ سے دشمنی رکھی تحقیق اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے مجھ سے دشمنی رکھی تو اس نے خدا تعالیٰ سے دشمنی رکھی۔

حدیث (۳) طبرانی نے اپنی کتاب معجم اوسط اور معجم صغیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علیؓ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؓ کے ساتھ یہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے تا آنکہ دونوں میرے پاس میرے حوض کوثر پر حاضر ہوں گے۔

حدیث (۱۴) احمد اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فرمایا کہ اے علی دنیا میں سب سے بدبخت تر دو آدمی ہیں ایک شخص سرخ رنگ کا ثمود سے جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی

کے قدم کاٹے تھے اور دوسرا وہ جو تمہارے سر کے تالو پر تلوار مارے گا تا آنکہ تم اس کے خون سے سرخ ہو جاؤ، اور وہ تمہیں قتل کرے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو لنگڑا بنانے والا پہلے لوگوں میں بدبخت تر ہے اور علیؓ کا قاتل آخری لوگوں میں بدبخت تر ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے کا نام قدار بن سالف تھا۔ اور دوسرے کا نام عبدالرحمٰن بن ملجم ہے اور اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے غیب کی چیز کے متعلق خبر دینا اور اس خبر کے مطابق اس کا واقع ہونا یہ آپؐ کا عظیم معجزہ ہے

حدیث (۱۵) طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کراؤں گا۔

حدیث (۱۶) ترمذی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق بہشت تین اشخاص کی طرف مشتاق ہے۔ علی، عمار بن یاسر اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حدیث (۱۷) روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چار اشخاص ہیں کہ جن کی محبت کسی منافق کے دل میں جمع نہ ہوگی اور ان چار کو مومنوں کے سوا کوئی دوست نہ رکھے گا اور وہ چار یہ ہیں:۔

ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حدیث (۱۸) ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ کہا اس نے کہ اپنے آخری مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لے آئے آپؐ کے سامنے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئے۔ پس آپ نے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ایمان والو! میں تم کو ان دونوں کے حق میں خیر و خوبی کی وصیت کرتا ہوں اور ان کے حق میں جو شخص بھی میری مراعات کے حق کی حفاظت کرے گا تو حق سبحانہ تعالیٰ اس کو نور عطا کرے گا یہاں تک کہ قیامت کے روز اس نور کے ساتھ میرے پاس آئے گا۔

حدیث (۱۹) ابن عدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علی مومنوں کا معشوق ہے اور مال منافقوں کا معشوق ہے۔

حدیث (۲۰) ترمذی نے عمران بن حصینؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہیں اور میرے بعد وہ ہر مومن کا دوست ہے۔

حدیث (۲۱) ابو الخیر حاکمی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں آئے اور وہاں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت علیؓ نے سلام کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیکر کھڑے ہوئے اور علیؓ سے بغلگیر ہو گئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنے داہنی طرف ان کو بٹھایا تب عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپؐ ان کو دوست رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس کو میرے دوست رکھنے سے زیادہ دوست رکھتا ہے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کی ذریت اور اولاد کو اس کی پشت میں کیا ہے اور میری ذریت اور اولاد کو اس کی یعنی علی کرم اللہ وجہہ کی پشت میں کیا ہے۔

حدیث (۲۲) ابو بکر اسماعیلی نے اپنی کتاب معجم میں ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فرمایا کہ اے علی! جس نے تیری اطاعت کی پس تحقیق اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی پس تحقیق اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی پس تحقیق اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی پس تحقیق اس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

حضرت علی رضی اللہ کے فضائل اور مناقب میں دوسری بھی بہت سی اور بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں لیکن اختصار کی خاطر اس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تالیف: مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی
ترجمہ: غلام مصطفیٰ قاسمی

اردو ترجمہ

وَسِیلَۃُ الْغَرِیب

باب چہارم

حضرت علی، حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعض فضائل میں اور وہ احوال وصفات وغیرہ جو احادیث نبویہ میں منقول نہیں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

آپ کا زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں نام علی تھا۔ اور کنیت ابو الحسن اور پیغمبر علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابو تراب بھی رکھی تھی جس پر آپ اس لئے فخر کرتے تھے کہ یہ نام پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو عنایت ہوا تھا لقب مرتضیٰ وحیدر ہے آپؓ کے والد کا نام ابو طالب ہے جو پیغمبر علیہ السلام کے چچا تھے۔ ابو طالب کا نام عبد مناف ہے اور حضرت علی کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے اور وہ پہلی ہاشمیہ عورت ہیں کہ جنہوں نے ہاشمی کو جنا ہے حضرت علی کی والدہ فاطمہ اسلام لائیں اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ منورہ میں اسلام پر وفات پائی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جنازے میں شریک ہوئے اور دفنانے کے لئے ان کی قبر میں داخل ہوئے اور ان کو اپنا پیراہن شریف پہنایا اور ان کی قبر بلا کسی اختلاف کے مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں ہے، لیکن علماء کا قبر کے تعین میں اختلاف ہے۔ اس میں تین قول ہیں۔

پہلا یہ کہ بقیع کے آخر میں واقع ہے۔

دوم یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر کے قریب سرائے عقیل میں واقع ہے۔

سوم یہ کہ آپ کی قبر حضرت ابراہیم بن پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کے قریب ہے۔

حضرت علی رضؓ کے والد ابو طالب کی وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت سے تین سال پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت عمر مبارک پچاس برس تھی۔ علیؓ ابو طالب کے بیٹوں میں سب سے چھوٹے تھے، لیکن فضیلت اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے عطا کرے۔

ابو طالب کا اسلام لانا ثابت نہیں ہے جیسا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا مالک سنن ابو داؤد، سنن نسائی وغیرہ میں متعدد احادیث میں اس کی صراحت آئی ہے اور یہ جو بعض رافضیہ ان کے اسلام کے قائل ہیں یہ قول بے اصل ہے جس کے لئے کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ جو رافضیہ نے اس کی بنیاد اس قصیدہ کے بعض الفاظ پر رکھی ہے جس کی نسبت ابو طالب کی طرف کی گئی ہے کہ اس کے بعض الفاظ ان کے اسلام پر دلالت کرتی ہے، اس پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس قصیدہ کی سند صحیح نہیں ہے اور ان لفاظ کی نسبت ابو طالب کی طرف غیر صحیح ہے۔ انتہی حالانکہ یہ قول ان صحیح احادیث کے مخالف ہے جو صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا مالک اور دوسری کتب حدیث میں ابو طالب کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ اور قرآنی آیت کے بھی خلاف ہے کیونکہ احادیث صحیحہ اور قرآن کی کچھ آیات ابو طالب کے اسلام نہ لانے پر دلالت کرتی ہیں۔

ایک آیت ۱۔ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُوْلِیْ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔ سورۃ توبہ آیہ ۱۱۳۔

ترجمہ:۔ لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے۔ جب کھل چکا ان پر کہ وہ ہیں دوزخ والے۔

دوسری آیۃ ۱۔ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ج وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ۔ سورۃ القص آیۃ ۵۶)

ترجمہ:۔ تو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے پر اللہ راہ پر لائے۔ اور وہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے۔

ان دونوں آیتوں کا نزول ابوطالب کے متعلق ہے۔ بخاری مسلم وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

پس رافضیہ کا قول مردود اور بے دلیل ہے۔ لیکن یہ جو کچھ بیان ہوا وہ صرف امر واقعی کے بیان اور تحقیق حق کی بنا پر تھا۔ ورنہ اس امر سے توقف کرنا اور خاموش رہنا اور اس کے امر کو عالم الغیب والشہادہ جل شانہ، کی طرف تفویض کرنا اولی اور احسن ہے۔ کیونکہ ان کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت تھی اور انہوں نے آنحضرتؐ کی کفالت اور پرورش کی۔ ابوطالب کی وفات مکہ معظمہ میں ہوئی اور ان کی قبر مکہ کے معلا قبرستان میں واقع ہے اور وہاں ایک بڑا مقبرہ عام وخاص لوگوں میں قبہ ابی طالب سے مشہور ہے۔[1]

ابن ابی سعد نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ کہا عمرؓ نے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے اندر قضا میں بڑے ماہر تھے، ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر کوئی ہم سے علیؓ کی فتویٰ بیان کرتا تھا تو ہم اس کے قول سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ سعید بن مسیبؓ نے کہا کہ عمر بن خطاب فرمایا کرتے تھے کہ میں خدا تعالیٰ کی اس مشکل مسئلہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس کے لئے ابوحسن نہ ہو۔ یعنی علیؓ۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ جو لوگ باقی رہ گئے ہیں ان میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنت نبویہ کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

مروی ہے کہ علیؓ کو اسلام میں سبقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی، حدیث نبویہ میں فقہ اور سمجھ، جنگ میں شجاعت اور مال میں سخا حاصل تھی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ علیؓ کی شان میں تین سو قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں ابن عباسؓ نے یہ بھی کہا کہ علیؓ کو اٹھارہ خصلتیں ایسی حاصل تھیں کہ اس امت میں سے کسی میں نہیں ہیں۔

---

[1] یہ پہلے ہوگا اب تو نجدیوں نے تمام قبوں کو گرا دیا ہے۔ (ع۔م)

ابویعلی نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تحقیق علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین خوبیاں ایسی عطا کی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو وہ میرے لئے اس سے زیادہ پسند تھی کو ملک عرب کا محبوب ترین مال سرخ اونٹ دیئے جائیں وہ تین خوبیاں یہ ہیں۔

۱۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی مبارکہ کا نکاح۔
۲۔ خیبر کے لئے جھنڈہ کا عطا ہونا۔
۳۔ آپ کو جنابت کی حالت میں مسجد میں سے گذر کر جانا جائز تھا۔

ابن سعید نے علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قرآن کی کون سی آیت نازل ہوئی اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ آیت رات میں نازل ہوئی یا دن میں۔ نرم زمین میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر۔

کرامات ظاہرہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے لئے سورج غروب ہونے کے بعد پھر واپس لوٹا یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا اور حالت یہ تھی کہ پیغمبر علیہ السلام پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علی رضؓ نے عصر کی نماز ادا نہیں کی تھی۔ وحی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے اظہار نہ کیا کہ سورج غروب ہو گیا اس کے بعد پیغمبر علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ علیؓ نے عصر کی نماز ادا نہیں کی ہے۔ تب آپؐ نے دعا مانگی کہ خداوندا! علیؓ تیری اطاعت اور میری اطاعت میں مشغول تھے اس کے لئے سورج کو واپس کر پس سورج طلوع کیا اس کے بعد کہ غروب کیا تھا۔ اور حضرت علیؓ نے اس وقت عصر کی نماز ادا کی۔ اس حدیث کو علامہ طحاوی نے اور قاضی عیاض نے شفا میں تصحیح کی ہے اور شیخ الاسلام ابوزرعہ وغیرہ نے اس کی تحسین کی ہے اور لوگوں پر رد کیا ہے جو اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوسری کرامت یہ مروی ہے کہ آپ ایک حدیث ذکر فرما رہے تھے کہ مجلس کے حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ بات

اس طرح نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تیرے حق میں اس تکذیب پر بد دعاء کروں؟ گر تو جھوٹا ہے تو نابینا ہو جا۔ ابھی وہ شخص مجلس سے نہ اٹھا کہ نابینا ہو گیا۔

مسائل علمیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے دور میں دو اشخاص بیٹھے صبح کا کھانا کھا رہے تھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں ایک تیسرے شخص کا وہاں سے گذر ہوا تو اس کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ بٹھالیا اور ان تینوں نے ان آٹھ روٹیوں کو کھایا۔ فراغت کے بعد تیسرے شخص نے ان کو اپنی طرف سے ان کی روٹیوں کے عوض آٹھ درہم دیئے اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ان دونوں میں باہمی تنازعہ ہوا، اور پانچ روٹیوں والے تین روٹیوں والے کہا کہ میرے حصے کے پانچ درہم ہوتے ہیں اور تجھے تین درہم ملنے چاہیں تین روٹیوں والے نے کہا کہ مجھے چار درہم ملنے چاہئیں، حضرت علیؓ کے پاس جھگڑا لے گئے آپ نے تین روٹیوں والے سے فرمایا کہ تیرا رفیق جو کچھ تجھے دے رہا ہے اسے قبول کر۔ اس نے کہا کہ میں وہی لوں گا جو میرا شرعاً حق ہو گا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تیرا حق صرف ایک درہم ہے۔ اس شخص نے پوچھا کہ کس طرح آپ نے فرمایا کہ تم تین اشخاص تھے اور مل کر ان آٹھ روٹیوں کو کھایا معلوم نہیں کہ تم میں زیادہ کس نے کھایا اور کس نے کم کھایا۔ تب مساوات پر حمل کر کے ہر ایک روٹی کو تین اشخاص پر تقسیم کیا جائے تو آٹھ روٹیوں کے چوبیس ثلث (ٹکڑے) ہوتے ہیں۔ تینوں میں سے ہر ایک نے آٹھ آٹھ (ثلث) ٹکڑے کھائے ہیں اور پانچ روٹیوں والے کے پندرہ $\frac{1}{3}$ ٹکڑے ہوتے ہیں جب اس نے آٹھ $\frac{1}{3}$ ٹکڑے کھائے تو اس کے سات ٹکڑے رہ جاتے ہیں اور تم تین روٹیوں والے ہو تمہارے لئے نو ٹکڑے ہوتے ہیں اور جب نو میں سے آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے تو باقی $\frac{1}{3}$ ٹکڑا رہ جاتا ہے لہذا سات درہم اس کے لئے ہیں جس کے سات ٹکڑے باقی رہے اور ایک درہم تیرے لئے ہے کیونکہ تیرا ایک ٹکڑا بچ گیا تھا۔ تب تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں شرع شریف کے فیصلے پر راضی ہوں۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا اور آپ سے یہ

پوچھا گیا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ وہ اپنی ماں کے سبب محتلم ہوا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اس کو دھوپ میں کھڑا کرو اور اس کے سایہ پر تلوار مارو۔ مشکوٰۃ وغیرہ میں اس جیسا قول بعینہٖ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور مناقب بے شمار ہیں لیکن اختصار کی خاطر ان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حالات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا اسم شریف فاطمہ ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو، آپ کی اولاد کو اور آپ کے محبان کو دوزخ کی آگ سے چھڑا لیا ہے۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا، نورانیت، تازگی اور اعضاء شریفہ کے رنگ کی روشنی کے سبب آپ کا لقب زہرا ہے۔ اور آپ کا بتول (با کے زیر کے ساتھ) بھی لقب ہے اس لئے کہ اپنے زمانے کی عورتوں سے آپ افضل دین، شرف اور حسب ونسب کی وجہ سے ممتاز تھیں۔ یا اس لئے کہ آپ دنیا سے منقطع ہو کر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف رغبت کرتی تھیں۔

آپ کی کنیت ام ابیہا یعنی اپنے باپ کی والدہ، اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تعظیم وتوقیر کی وجہ سے ان کو امی کہہ کر پکارتے تھے یا اس لئے کہ حضرت فاطمہ پر پیغمبر علیہ السلام کی دادی کا نام پڑا تھا۔ کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کے والد حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمر ہے اور دادی ماں کا حکم رکھتی ہے پس جب دادی کے نام پر اس کا نام رکھا گیا تو اس لحاظ سے وہ اپنے والد کی ماں ہوگی۔

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمامی اہل بہشت عورتوں کی سیدہ اور سردار ہیں۔ جیسا کہ حدیث سابقہ میں گذر چکا۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت مریم بنت عمران، والدہ عیسٰی علیہ السلام کے درمیان علماء کا اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟

علامہ قرطبی تین دلائل کی بناء پر مریمؑ کی فضیلت کے قائل ہوئے ہیں۔

اوّل یہ کہ سیدہ مریم کی نبوت میں اختلاف ہے۔

دوم یہ کہ حدیث کی بعض روایات میں حضرت مریم کی اس طرح استثنا آئی ہے کہ فاطمہؓ بہشت کی عورتوں کی سردار ہیں مریمؑ کے سوا۔

سوم یہ کہ قرآن کریم میں حضرت مریم کی شان میں وارد ہوا ہے:۔

واصطفاک علی نساء العالمین۔

جمہور علماء کی رائے ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت مریم سے افضل ہیں، کیونکہ افضل المخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم کا جزء ہے اور اصح قول یہ ہے کہ حضرت مریم نبیہ نہ تھی بلکہ قاضی عیاض نے تو ان کے نبی نہ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور مریمؑ کے استثنا والی روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچی ہے۔ باقی آیت کریمہ کا جواب یہ ہے کہ حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں سند صحیح کے ساتھ کہ وہ مرسل ہے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریمؑ اپنے دور کی عورتوں سے بہتر ہے اور فاطمہ اپنے دور کے عورتوں سے بہتر ہے اس طرح ترمذی نے حضرت علیؓ سے طریق مرفوع سے روایت کی پس ان دو حدیثوں سے آیت کی تفسیر معلوم ہوئی کہ آیت میں عالمین سے مراد حضرت مریم کا زمانہ ہے۔ تمام ازمنہ کے عالم اور جہان مراد نہیں ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ امت جملہ امتوں سے افضل ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس

اس سے حضرت فاطمہؓ کی حضرت مریم پر فضیلت ظاہر ہو گئی۔ بہت سے محدثین نے بھی حضرت فاطمہؓ کو حضرت مریم پر فضیلت دی ہے، جیسے کہ زرکشی، خیفری، مقریزی اور سیوطی وغیرہم۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس امت کی عورتوں میں کون افضل ہے؛ بعض حضرت فاطمہؓ کو افضل قرار دیتے ہیں اور بعض حضرت خدیجہؓ کو اور بعض حضرت عائشہؓ کو ان تینوں اقوال کے دلائل بڑی کتابوں میں بالتفصیل موجود ہیں۔ یہاں اختصار کی وجہ سے ان کو ترک کیا گیا ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ ان تمام اقوال میں سے ارجح و اقوی قول یہ ہے کہ اس امت کی تمام عورتوں سے حضرت فاطمہ زہرا افضل ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ اور اس کے بعد

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضرت علیؓ سے تزویج حق تعالیٰ کی وحی سے ہوئی اور صحیح قول یہ ہے کہ ان کے درمیان عقد مدینہ منورہ سے ہجرت کے بعد دوسرے سال میں ہوا۔ مہینے کے تعین میں اختلاف ہے۔ محرم یا صفر یا رجب یا رمضان تھا یہ چار اقوال ہیں۔ ان میں ارجح قول یہ ہے کہ صفر کے نصف میں ہوئی ہے اور دونوں کے مابین عقد کرنے والے حضرت پیغمبر علیہ السلام بنفس نفیس تھے۔ عقد مذکور کے وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر انیس سال اور نصف ماہ تھی۔

ایک قول ضعیف اور بھی ہے کہ حضرت علیؓ کی اس وقت عمر چوبیس سال اور نصف ماہ تھی۔

اور ان کے درمیان زفاف میں تاخیر ہوئی ہے تاکہ زفاف عقد کے بعد مدینہ منورہ میں ماہ ذی الحجہ میں ۹ مہینے اور نصف ماہ بعد میں ہوا۔ ہجرت کے تیسرے سال میں۔ ان کے درمیان نکاح میں تفصیل ہے جو کہ کتب مطولہ میں مذکور ہے اور مختصراً اس پر اکتفا کیا ہے۔

حالات حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ سید کریم، حلیم، بے انتہا سخا اور جود کے مالک، باوقار، صاحب حیا، ہمدرد اور دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کی طرف راغب تھے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا۔ اس کے بعد کہ آپ کے والد گرامی نے آپ کا نام حرب رکھا تھا۔ پس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا نام حسن ہے۔ اسی طرح ان کے بعد آنے والے فرزند کا نام آپؐ نے حسین رکھا اور یہ دونوں نام حسنؓ اور حسینؓ ان سے پہلے کسی کے نام نہ تھے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تولد سے ساتویں روز حضرت حسنؓ کا عقیقہ فرمایا اور اس پر دو مینڈھوں کو ذبح کیا۔ اور ان سے دایہ کو ایک ران و ایک دینار دلوایا۔ اور حضرت حسن کے بالوں کو منڈایا اور سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ فرمایا اور ان کا ختنہ کرایا یہ سب باتیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت حسنؓ کے ساتھ محبت کی علامات ہیں

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغمبر علیہ السلام کی رفاقت میں سات سال اور ڈیڑھ ماہ کو پایا۔ اور آپ نے پاپیادہ بیس حج کئے۔ راستہ میں کہیں بھی سوار نہ ہوئے۔ حالانکہ سواری بھی ساتھ تھی جب آپ کو یہ کہا جاتا تھا کہ آپ کیوں سوار نہیں ہوتے حالانکہ اتنی سواریاں موجود ہیں تو آپ جواب میں فرماتے تھے کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میری اس سے ملاقات اس حالت میں ہو کہ اس کے گھر کی طرف پاپیادہ نہ گیا ہوا ہوں۔

آپ لوگوں کے ساتھ صاحب خلق اور صاحب شفقت تھے ایک حکایت مروی ہے کہ آپ کا خادم گرم دودھ کا پیالہ آپ کی مجلس میں لے آیا۔ اور اس کا پیر پھسل گیا پیالہ ٹوٹ گیا اور گرم دودھ حضرت حسنؓ کے دونوں رخسار مبارکہ پر پڑا۔ آپ نے خادم کی طرف تادیب کی (ادب سکھانے والی) نظر کی اور یہ تعذیب کی نظر نہ تھی یہ دیکھ کر خادم کی زبان پر یہ لفظ جاری ہو گئے (والکاظمین الغیظ۔ غصہ کو کھانے والے) امام حسنؓ نے فرمایا کظمت غیظی۔ یعنی میں نے اپنے غصہ کو کھالیا۔ پھر خادم نے کہا والعافین عن الناس (اور لوگوں کو معاف کرنے والے) امام حسنؓ نے فرمایا کہ قد عفوت عنک یعنی تحقیق میں نے تجھے معاف کیا پھر خادم نے کہا واللہ یحب المحسنین (یعنی اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) امام حسنؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ میں نے تجھے خدا عزوجل کے لئے اپنے مال سے آزاد کر دیا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت سخی تھے۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے اپنی عمر میں دو بار اپنا سارا مال غرباء کو دیا۔ اور تین بار خدائے تعالیٰ کے ساتھ اپنے مال و دولت کی بالمناصفہ یعنی آدھی آدھی تقسیم فرمائی۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ ایک جوتی خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے تھے اور ایک اپنے لئے رکھتے تھے ایک موزہ خدا کی راہ میں دیتے تھے اور ایک موزہ اپنے لئے رکھتے تھے۔

حضرت حسنؓ کی سخاوت کا ایک واقعہ ہے کہ ایک سائل سے سنا کہ وہ اپنے پروردگار عزوجل سے دس ہزار درہم مانگ رہا تھا۔ آپ نے اس کو اپنے اس مال سے دس ہزار درہم دلوائے۔

مروی ہے کہ ایک سائل امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر اپنی حالت کو ظاہر کرنے لگا اور اپنے فقر اس کے بعد کہ وہ مالدار تھا اپنی دولت کے زوال کا قصہ سنایا

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے سائل تم اللہ کا نام لے رہے ہو اور مجھ پر تمہارا بڑا حق ہے۔ خدا تعالیٰ کے نام کے بالمقابل بہت مال بھی کم حیثیت رکھتا ہے۔ جس حق کے تم سزاوار ہو اس کی ادائیگی سے میرا ہاتھ عاجز ہے۔ میری ملکیت میں اتنا مال نہیں کہ تمہارے حق کو پورا کر سکے۔ اگر تم میرے مقدور پر راضی ہو اور قبول کرو تو میں اپنے مقدور بھر تم کو کچھ دے سکوں۔ تب سائل نے کہا کہ اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! میں اس کو قبول کروں گا۔ اور جو کچھ آپ دیں گے اس کا شکریہ بھی ادا کروں گا اور جو آپ نہ دیں گے اس میں آپ کو میں معذور سمجھوں گا۔ حضرت امام حسن نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس کے ساتھ حساب کیا اور ان سے فرمایا کہ حساب سے جو رقم فاضل ہے اس کو حاضر کرو! وکیل نے اس کو حاضر کیا اور یہ پچاس ہزار درہم تھے۔ پھر آپ نے وکیل سے فرمایا کہ وہ پانچ سو دینار کہاں گئے جو تیرے پاس جدا پڑے تھے۔ اس نے کہا کہ وہ بھی میرے پاس محفوظ پڑے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس رقم کو بھی حاضر کرو! اس وکیل نے ان دیناروں کو بھی حاضر کیا۔ حضرت حسن رضؓ نے یہ دونوں رقمیں پانچ سو دینار اور پچاس ہزار درہم سائل کو دیدیئے اور اس سے بڑی معذرت فرمائی کہ یہ تھوڑی رقم ہے اس پر راضی ہو جاؤ۔

یہ بھی مروی ہے کہ ایک بڑھیا عورت نے امام حسن، امام حسین اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دعوت کی جب اس کی ضیافت سے فارغ ہوئے تو امام حسن رضؓ نے اس کو ایک ہزار گوسفند عطا کئے اور امام حسین رضؓ نے بھی اتنی ہی مقدار میں اس کو دیئے اور عبداللہ بن جعفر نے دو ہزار دینار اور دو ہزار گوسفند دیئے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت نکاح کو دوست رکھتے تھے اور جب کسی ایک عورت کو امام حسن رضؓ نکاح میں لاتے تو پھر اس کو طلاق دیتے تھے۔ آپ کے متعلق یہ مروی ہے کہ ایک سو بیس عورتوں کو نکاح میں لائے۔ بلکہ علامہ شرف الدین مناوی نے اپنی کتاب الکواکب الدریہ فی طبقات الصوفیہ میں کہا ہے کہ حضرت حسن رضؓ سات سو عورتوں کو اپنے نکاح میں لائے تھے انتہی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاش کا ذریعہ یہ تھا کہ خلافت کو چھوڑنے کی

وجہ سے ایک لاکھ درہم ملتے تھے جن کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال آپ کے لئے بھیج دیتے تھے یہ رقم اس وقت جاری ہوئی جب آپ کے اور حضرت معاویہؓ کے درمیان صلح ہوئی تھی۔

ایک سال میں کسی مانع کی وجہ سے حضرت معاویہؓ یہ رقم نہ بھیج سکے تو آپ پر بڑی تنگی کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس پر امام حسنؓ نے فرمایا کہ میں نے دوات طلب کی تاکہ معاویہؓ کو حقیقت حال سے آگاہ کروں۔ پھر خط لکھنے کو موقوف رکھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھے فرمایا کہ اے حسن! کیسے ہو؟ میں نے کہا بخیریت ہوں اے میرے باپ۔ اور میں نے آپؐ سے عطا معاویہؓ کی تاخیر کی شکایت کی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اپنے جیسی مخلوق کی طرف حقیقت حال لکھنے کے لئے دوات کو طلب کیا تھا تاکہ تم اس کو یاد دلاؤ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! پھر کیا کروں؟ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم اس دعاء کو پڑھو:۔

اللھم اقذف فی قلبی رجاك واقطع رجائی عمن سواك حتی لا ارجو احدًا غیرك اللھم ما ضعفت عنہ قوتی وقصی لسانی مما اعطیت احدًا من الاولین والآخرین من الیقین فخصنی بہ یا ارحم الراحمین۔

امام حسنؓ نے فرمایا کہ اس کے بعد دعا کو پڑھنے لگا۔ ابھی ایک ہفتہ بھی اس کو پڑھتے ہوئے نہ گذرا کہ حضرت معاویہؓ نے میرے پاس پندرہ لاکھ درہم بھیجے اور میں خوش اور راضی ہو گیا۔ اور میں نے کہا خدا عزوجل کے لئے تعریف ہے جو وہ کسی کو فراموش نہیں کرتا، جو اسے یاد کرتا ہے اور نہ کسی کو نا امید کرتا ہے جو اس سے دعا مانگتا ہے اس کے بعد دوسری بار میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیسے ہو اے حسنؓ؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! خیریت سے ہوں اور گذشتہ تمام کیفیت کا اظہار کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے اس شخص کا حال اسی طرح ہوتا ہے جو اپنے خالق جل جلالہٗ میں امید رکھتا ہے اور مخلوق سے امید کو قطع کر لیتا ہے۔

حالات امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم مبارک حسین ہے۔ کنیت ابو عبداللہ اور لقب ذکی ہے جب ان کی ولادت ہوئی تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا نام حسینؓ ہے اور اس سے قبل ان کے، والد نے ان کا نام حرب رکھا تھا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا حسینؓ ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کی ولادت کے ساتویں روز یہ نام رکھا گیا جب ان کی ولادت ہوئی تو پیغمبر علیہ السلام نے ان کو اپنے پاس طلب فرمایا اور ان کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی اور ان کے تحنیک بھی فرمائی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو چبا کر ان کے تالو میں لگایا اور اپنے لعاب مبارک کو ان کے دہن میں داخل فرمایا اور کے منہ پر بوسہ دیا اور ان کے حق میں دعا فرمائی جب ان کے تولد کو سات دن گذر گئے تو ان کے عقیقہ میں دو نر مینڈھوں کو ذبح فرمایا اور ان کے سر کے بالوں کو منڈوایا اور ان کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ فرمایا اور ان کا ختنہ فرمایا۔ جس طرح امام حسنؓ کے احوال میں گذر چکا ہے۔

حضرت امام حسینؓ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کچھ دوسرے لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے کہ جن کی تعداد سیرت شامیہ اور دوسری کتابوں میں نثر اور نظم میں مذکور ہوئی ہے۔ اختصار کے لئے ان کے بیان کو یہاں موقوف رکھا گیا۔ حضرت امام حسین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے چھ سال اور پانچ ماہ کی مدت کو پایا۔ اس لئے علماء نے کہا ہے کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ دونوں صحابۂ کرام میں داخل ہیں کیونکہ اکثر محدثین کا اس پر اتفاق واقع ہوا ہے کہ جس نے پیغمبر علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کی عمر پانچ سال کی ہے تو وہ صحابہ میں شمار کیا جائے گا۔ باقی اس سے کم عمر میں علماء کا اختلاف ہے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حسین کو دوست فرماتے تھے جیسا کہ احادیث سابقہ

میں اس کا بیان گذر چکا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک ان سے راضی تھے اور حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب امام حسین کی بے حد تعظیم اور توقیر کرتے تھے اور وہ اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ جمل جنگ صفین وغیرہ جملہ جنگوں میں شریک تھے اور خدا جل شانہ کے عابدوں میں سے تھے آپ کی عبادت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اس حالت میں پچیس حج فرمائے کہ پیدل سفر فرماتے تھے اور کسی ایک حج میں بھی آپ سوار نہ ہوئے حالانکہ کئی سواریاں آپ کی خدمت میں حاضر تھیں۔

آپ بڑے سخی تھے۔ آپ کی سخاوت کے کچھ احوال ان کے بھائی امام حسنؓ کے حالات میں گذر چکے ہیں۔ آپ لوگوں سے بڑے نرم گو تھے۔

روایت ہے کہ ایک دن امام حسنؓ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں صحرا کی طرف نکل گئے ان دونوں نے وہاں ایک پیر مرد کو دیکھا کہ وہ وضو کر رہا ہے لیکن وضو کرنا نہیں جانتا تھا۔ تب امام حسنؓ اور امام حسینؓ دونوں نے باہمی گفتگو فرمائی کہ یہ شخص بوڑھا ہے اور وضو کرنا نہیں جانتا ہم اس کو کس طرح کہیں کہ تم وضو کرنا نہیں جانتے۔ مبادا اس کہنے سے وہ ناراض ہو جائے۔

پس دونوں بھائیوں نے مل کر یہ طے فرمایا کہ اس بوڑھے کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ ہم دونوں بھائی وضو کرتے ہیں اور تم پیر مرد اور دانا ہو، تم ہم دونوں کو وضو سکھاؤ اس نے قبول کیا۔ یہ دونوں اس کے سامنے بیٹھ گئے اور وضو کیا اور ان سے کہنے لگے کہ اے پیر مرد تم ہمارے وضو کو دیکھو کہ ہم میں سے کون وضو کو اچھی طرح کر رہا ہے یہ کہہ کر دونوں نے بوڑھے کے سامنے وضو کیا اور وہ بوڑھا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جب یہ دونوں وضو سے فارغ ہوئے تو بوڑھے آدمی نے کہا کہ تم دونوں نے بہت اچھی طرح وضو کیا لیکن میں اس سے پہلے وضو کو اچھی طرح نہیں جانتا تھا اور اب میں نے وضو کو آپ سے سیکھ لیا۔

حضرت فاطمہ زہراء، امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہم کے مناقب اور فضائل بے شمار ہیں لیکن اختصار کی خاطر اس رسالہ میں اس پر اکتفا کیا ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت میں احادیث مرویہ کا بیان

حدیث (۲۴) بخاری اور مسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ تحقیق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہوتیں کہ تم جملہ مومنوں کی عورتوں کی سیدہ ہو! ایک دوسری روایت میں ہے کہ تم سارے جہان کی عورتوں کی سیدہ ہو اس طرح روایت کیا ابو عمر بن حصینؓ نے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپؐ نے اسے فرمایا کہ تم اہل بہشت کی عورتوں کی سیدہ ہو۔ اس طرح روایت کیا بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ امام احمد کی روایت میں جس کو انہوں نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے۔ یہ لفظ واقع ہے کہ فاطمہؓ اہل بہشت کی عورتوں سے افضل ہے اور یہ لفظ افضیلت کے افادے میں سیدہ سے زیادہ تر (مفید) ہے کیونکہ اس میں افعل تفضیل کا صیغہ ہے اسی طرح کہا زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں۔

حدیث (۲۵) بزار، طبرانی، ابو نعیم اور حاکم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق فاطمہؓ نے اپنے کو گناہ کی آلائش سے پاک رکھا پس حرام کیا حق تعالیٰ نے [illegible] کو اور اس کی ذریت کو دوزخ پر۔

حدیث (۲۶) [illegible] نے اپنی سنن میں روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق میری یہ بیٹی حیض کی آلائش سے مامون ہے اور اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس نے فطم (قطع) کیا ہے۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو اور اس کے دوست رکھنے والوں کو دوزخ کی آلائش سے جدا کیا ہے دوسری روایت میں آیا ہے کہ اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو اور اس کی ذریت کو دوزخ کی آگ سے جدا کیا ہے۔

حدیث (۲۷) بخاری، ابویعلی، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ

تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ اہل بہشت کی عورتوں کی سیدہ ہے۔

حدیث (۲۸) بخاری، مسلم اور دوسرے محدثین نے حضرت مسور بن مخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ بنو ہشام چاہتے تھے کہ علیؓ جویرہ سے نکاح کرے اور یہ ابو جہل بن ہشام کی بیٹی تھی۔ جویریہ اسلام لائی تھی اور صحابیہ تھی۔ یہ بات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تحقیق ہشام کی اولاد اس کی اجازت مانگتے ہیں کہ فاطمہؓ پر اپنی بیٹی کا نکاح علیؓ کے ساتھ کریں، میں اس کی اجازت نہ دوں گا کیونکہ فاطمہؓ میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جو چیز اس کو پریشان کرے گی وہ مجھ کو پریشان کرے گی اور وہ میری تکلیف کا باعث ہوگی جو اس کے لئے تکلیف کا باعث ہوگی۔

حدیث (۲۹) احمد، ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ میرے گوشت کا ٹکڑا ہی ہے وہ چیز میرے لئے ایذا کا باعث ہوگی جو اس کے لئے باعث ایذا ہوگی اور وہ چیز مجھے غصہ دلائے گی جو اس کو غصہ دلائے گی۔

حدیث (۳۰) طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ! فاطمہؓ مجھے تجھ سے زیادہ دوست ہے اور تم مجھے فاطمہؓ سے زیادہ عزیز ہو۔

حدیث (۳۱) ابو بکر غیلانی نے کتاب الغیلانیات میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن آواز دینے والا عرش کے نیچے جو مجمع عرصات کا ہے لوگوں کو یہ آواز دے گا کہ تم اپنے سروں کو نیچے کرد اور اپنی آنکھوں کو بند کر دو تاکہ فاطمہؓ صراط پر ستر ہزار فراخ چشم حوران بہشت کے ساتھ بجلی طرح گذر جائے اور بہشت میں پہنچے۔

حدیث (۳۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے یہ

خبر دی کہ مومنوں کی عورتوں میں سے کوئی عورت اولاد کے شرف میں تجھ سے زیادہ نہیں ہے پس آپکو چاہیے کہ مومنوں کی عورتوں سے صبر میں کمتر نہ ہونا۔

حدیث (۳۳) ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ کہا انہوں نے کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے، اٹھنے، بیٹھنے اور کلام و تکلم کی وصف میں کسی کو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا۔ اس کی رفتار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تھی اور فاطمہؓ جب پیغمبر علیہ السلام کے پاس آتی تھیں تو آپؐ اُن کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور ان کو سر پر بوسہ دیتے تھے اور اُن کے نیچے اپنی چادر بچھاتے تھے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے اور جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ کے ہاں جاتے تھے تو وہ بھی یہی کیفیت بجا لاتی تھیں۔

حدیث (۳۴) ترمذی اور حاکم نے اسامہؓ بن زید سے روایت کی اور ترمذی نے اس کی تحسین کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے مجھے فاطمہؓ سے زیادہ محبت ہے۔

حدیث (۳۵) بزار نے اپنی مسند میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ میری باقی بیٹیوں سے افضل ہے کیونکہ اس کو میری وجہ سے صدمہ پہنچا ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپؐ کی پاک بیٹیوں اور اولاد میں سے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کوئی موجود نہ تھا۔ تب حضرت فاطمہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مصیبت عظمیٰ اور واقعہ کبریٰ میں صبر کرنے کا شرف اپنی بہنوں سے زیادہ پایا۔

حدیث (۳۶) احمد اور ابوعمر بن عبد البر نے ثوبانؓ وغیرہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ کے سفر کے لئے باہر جاتے تو آپؐ کا آخری کام فاطمہؓ سے رخصت کرنا ہوتا تھا اور سفر سے واپس آتے تو اول مسجد میں دو رکعت نماز یعنی مسجد میں آنے کی سنت ادا کرتے پھر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آتے اس کے بعد ازواج مطہرات کے ہاں جاتے رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

حدیث (۳۷) طبرانی اور ابن ابی عاصم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ سے فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تحقیق حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپؓ کے غصہ کی وجہ سے غصہ ہوتا ہے اور آپؓ کی رضا کی خاطر راضی ہوتا ہے۔

حدیث (۳۸) ابن سعد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر فرمائی کہ پہلا وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا میں ہوں گا اور تم اور فاطمہ اور حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے محبان کب داخل ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ آپ کے پیچھے داخل ہوں گے۔

اس حدیث میں دو طرح کا کلام ہے ایک یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں حدیث وارد ہوئی ہے کہ میری امت میں سے پہلا شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت ابوبکر ہوگا۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں بھی حدیث وارد ہوئی ہے کہ جنت میں پہلا داخل ہونے والا حضرت عمرؓ ہوگا۔ ان تینوں احادیث کے جمع کی یہ صورت ہے کہ ابوبکرؓ کے بہشت میں اول داخل ہونے سے یہ مطلب ہے کہ تمامی امت کی بہ نسبت اولیت ہوگی اور حضرت عمرؓ کی اولیت حضرت ابوبکرؓ کے داخل ہونے کے بعد کی ہے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

دوسری وجہ یہ ہے کہ محبان اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ اہل بیت کو دوست رکھتے ہیں اور تمامی صحابہ کرام کو بھی دوست رکھتے ہیں جیسے اہل سنت والجماعت، نہ کہ وہ لوگ جو کہ اہل بیت کو تو دوست رکھتے ہیں اور صحابہ سے دشمنی رکھتے ہیں جیسے رافضیہ اور شیعہ کے قبح کے دلائل بے شمار ہیں۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ لفظ ان کی قباحت کے لئے کافی ہے اور ان کی قباحت کے لئے وہ متعدد اور بے شمار احادیث بھی کافی ہیں جو حضرت پیغمبر مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کو دار قطنی نے اپنی سنن میں حضرت علی رضی اللہ تعا عنہ سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! میرے بعد جلد ایک جماعت پیدا ہوگی جس کا نام رافضیہ رکھا جائے گا

اگر تم ان کو پاؤ تو ان کو قتل کرنا کیونکہ تحقیق وہ مشرک ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ان کی علامت یہ ہے کہ تمھاری تعریف میں ایسی چیز سے افراط کریں گے کہ وہ تمھارے اندر نہ ہوگی۔ اور سلف کے حق میں طعن اور سب و شتم کرینگے ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کو گالی دیں گے۔

یہ حدیث سنن دار قطنی کے سوا بہت سی حدیث کی کتابوں میں متعدد اسانید کے ساتھ موجود ہے۔

ان احادیث کا بیان

جو کہ حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ہیں

حدیث (۳۹) بخاری اور مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپؐ کے دوش مبارک پر سوار تھے اور آپؐ یہ فرماتے تھے کہ خداوندا تحقیق میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔

کوئی شخص عام طور دینے بچوں کو کندھے پر نہیں اٹھاتا یہ پیار کا اعلان تھا

حدیث (۴۰) بخاری نے ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اس حالت میں کھڑے ہو گئے کہ حسن رضی اللہ عنہ آپ کی جانب میں تھے اور ایک بار آپؐ ہم لوگوں کو دیکھتے اور دوسری بار حسنؓ کو دیکھتے اور یہ فرماتے تھے کہ تحقیق میرا بیٹا سیّد ہے اور امید ہے کہ اس سے حق تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑا معجزہ ہے کہ آپؐ نے غیب کی خبر دی اور چالیس سال کے بعد یہ واقعہ اس طرح رونما ہوا کہ جب خلافت کے متعلق حضرت حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جنگ چھڑی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ جنگ میں مسلمانوں کا قتل عام ہوگا تو آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح

کر لی اور خلافت کو ان کے حوالہ کر دیا حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور آپؐ کے معجزے کی ظہور کے لئے دلیل ہے۔ یہ صلح بتاریخ ۲۵ ماہ ربیع الاول ہجرت کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔ اسی طرح سیرت شامیہ وغیرہا میں آیا ہے۔

حدیث (۴۱) بخاری نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں فرمایا کہ یہ دونوں دنیا میں میرے لئے ریحان یعنی خوشبو ہیں۔

حدیث (۴۲) ترمذی اور حاکم نے ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق حسن اور حسین دونوں بہشت کے جوانوں کے سردار ہوں گے اس حدیث کو ابی سعید کے علاوہ بہت سے صحابہؓ نے روایت کی ہے۔ اس لئے علماء حدیث نے اس حدیث کے متواتر ہونے کا حکم کیا ہے۔ حسنینؓ کا یقین کے ساتھ جنتی ہونے کا حکم کیا ہے۔

حدیث (۴۳) ابن عساکر نے حضرت علی اور عبداللہ بن عمرؓ سے اور طبرانی نے قرۃ اور مالک بن حویرث سے اور حاکم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ تحقیق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے دونوں بیٹے حسنؓ اور حسینؓ اہل بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے افضل ہے۔ حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ تب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علیؓ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہیں اور افضلیت میں قیاس کو دخل نہیں ہے۔ یہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی نص سے ثابت ہوتی ہے۔

حدیث (۴۴) احمد، ترمذی اور دوسرے محدثین نے حذیفہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس آج رات ایسا فرشتہ نازل ہوا جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا ہے۔ اور اس نے آج اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ وہ میری زیارت کے لئے آئے اور مجھ پر سلام کہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کو اجازت دے دی تب اس نے آکر میری زیارت کی مجھ پر سلام کہا اور مجھے بشارت دی کہ تحقیق حسنؓ اور حسینؓ دونوں اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا، اہل بہشت کی سیدہ ہیں۔

حدیث (۴۵) ترمذی نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں بھائی آئے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ! تحقیق میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں کو دوست رکھ اور ان کو بھی دوست رکھ جو ان دونوں کو دوست رکھتے ہیں۔

حدیث (۴۶) ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں سے آپؐ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپؐ فاطمہؓ سے یہ فرماتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ جب ان کو بلایا گیا اور وہ آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ ان کو سونگھتے تھے اور ان کو اپنے بدن مبارک سے لگاتے اور معانقہ کرتے تھے۔

حدیث (۴۷) حاکم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گردن پر سوار کئے ہوئے آ رہے تھے کہ راستے میں آپؐ کو ایک شخص ملا جس نے کہا کہ اے بیٹے کیا اچھی سواری ہے جس پر سوار ہو کر تم جا رہے ہو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار بھی نہایت ہی اچھا ہے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ جس شخص کی راستے میں آنحضرتؐ سے ملاقات ہوئی تھی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس روایت میں یہ الفاظ زائد آئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے دونوں کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ ایک کو داہنے کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا کہ اے بیٹو تمہاری سواری بہت اچھی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا دونوں سوار بھی بہت اچھے ہیں۔

حدیث (۴۸) ابن سعد نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور کہا کہ پیغمبر کے

اہل بیت میں سے آپؐ کو امام حسن اور حسین سب سے زیادہ پیارے تھے۔ میں ان کو دیکھتا تھا کہ وہ ایسی حالت میں آتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہوتے تھے اور وہ آکر آپؐ کی گردن یا پیٹھ پر سوار ہو جاتے تھے اور پیغمبر علیہ السلام ان کو نہیں اتارتے تھے جب تک کہ وہ خود نہیں اترتے تھے۔ اس طرح کی حدیث کو ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے نازل ہوتے اور اپنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھتے تاکہ آپؐ سر مبارک کو سجدہ سے نہ اٹھائیں یہ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت اور منقبت کا کمال ہے۔

حدیث (۴۹) ابو القاسم بغوی نے محمد بن عبد الرحمن ابی لیلی سے اس نے بعض اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور وہ کبھی تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت پر بیٹھتے تھے اور کبھی پیٹ پر۔ پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ ہم نے ان کو اٹھانا چاہا اور یہ کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو پھر آپؐ نے پانی طلب فرمایا اور کپڑوں پر ڈالا اور ہم نے کپڑوں کو دھویا۔

حدیث (۵۰) بخاری نے اپنی صحیح میں انسؓ بن مالک سے اور ابن سعد نے عبد اللہ بن الزبیر سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے ان دونوں حدیث کے جمع کرنے اور اختلاف دور کرنے کی وہ صورت ہے جو ایک تیسری روایت میں آیا ہے، جس کو ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدن کے نصف اعلیٰ میں زیادہ مشابہت رکھتے تھے یعنی اس میں جو اعضا داخل ہیں۔ جیسے سر، چہرہ، ناک، سینہ، بطن اور بازو وغیرہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ے بدن کے نچلے حصہ میں زیادہ مشابہت رکھتے تھے یعنی ان کے اعضا میں جیسے پنڈلی، قدم اور اس قسم کے دوسرے اعضاء یہ جمع کرنا احسن اور اکمل ہے۔

حدیث (۵۱) ابن سعد نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے اپنی زبان مبارک کو نکالتے تھے اور جب امام حسنؓ زبان کی سرخی کو دیکھتے تو اس کی طرف مائل ہوتے تھے۔

حدیث (۵۲) حاکم نے زہیر بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہا انہوں نے کہ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبر پر کھڑے ہو گئے اور خطبہ فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام میں سے ایک شخص حضرت امام کے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو گئے اور کہا کہ تحقیق میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ امام حسنؓ کو اپنے آغوش میں لے کر فرما رہے تھے کہ جو کوئی مجھے دوست رکھتا ہے تو وہ اس کو دوست رکھے اور یہاں اس مجلس میں جو حاضر ہیں وہ اس بات کو غائب یعنی مجلس سے غیر حاضر لوگوں تک پہنچائے پھر اس مذکورہ صحابی نے کہا کہ اگر میں امام حسنؓ کے متعلق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کرامت اور تعظیم کو نہ دیکھتا تو اس کا کسی سے ذکر نہ کرتا۔

حدیث (۵۳) بخاری اور مسلم نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں فرمایا کہ خداوندا! تحقیق میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس تو اس کو دوست رکھ! اور اس کو بھی دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں نے جب اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تو اس کے بعد میرے لئے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی زیادہ دوست نہ تھا۔

حدیث (۵۴) بخاری اور مسلم نے حضرت ابی ہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ کہا ابوہریرہؓ نے کہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر آیا۔ اور آپؐ یہود قینقاع کے بازار میں آئے۔ یہ یہودی مدینہ منورہ میں سکونت رکھتے تھے۔ اس کے بعد آپؐ حضرت فاطمہؓ کے گھر کی طرف لوٹے اور پوچھا کہ آیا یہاں لڑکا ہے یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ امام حسنؓ کو غسل دے رہی تھیں جب ان کے غسل سے فارغ ہوئیں تو ان کو قرنفل کا گلوبند پہنایا اور تھوڑی دیر نہ ہوئی کہ امام حسن دوڑے ہوئے آئے اور آکر آپؐ سے بغلگیر ہو گئے۔ تب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خداوندا! تحقیق میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور تو بھی اس کو دوست رکھ! اور اس کو بھی دوست رکھ جو اس کو دوست رکھتا ہے۔

حدیث (۵۵) حافظ سلفی نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں جب بھی امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا ہوں تو میری دونوں آنکھیں اس لئے آنسو بہاتی ہیں کہ ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے تھے اور مجھے فرمایا کہ میرے بیٹے یعنی امام حسن کو میرے پاس لاؤ میں نے ان کو بلایا وہ دوڑتے ہوئے آرہے تھے اور آکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں گر پڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لب کو اپنے لب سے لگاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدایا میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ اور اُس کو بھی دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اس طرح تین بار یہ جملہ دھرایا۔

حدیث (۵۶) احمد نے اہل بیت کے مناقب میں اور ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مجھے دوست رکھتا ہے وہ ان دونوں کو یعنی امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو بھی دوست رکھے گا۔ اور ان دونوں کے باپ اور والدہ کو بھی دوست رکھے گا اور قیامت کے دن وہ میرے ساتھ ہو گا۔

حدیث (۵۷) طبرانی نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ فرمایا حضرت فاطمہؓ نے کہ میں امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپؐ کے آخری مرض میں لے گئی اور میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسنؓ اور امام حسینؓ میرے دو بیٹے ہیں۔ ان دونوں کو اپنے خصائل میں سے کسی چیز کا وارث بنائیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری ہیبت اور سیادت امام حسنؓ کے لئے ہے اور شجاعت اور سخاوت امام حسین کے لئے ہے۔

حدیث (۵۸) ترمذی اور طبرانی نے اسامہ بن زیدؓ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں فرمایا کہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں خداوندا میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں کو دوست رکھ! اور ان لوگوں کو بھی دوست رکھ جو ان دونوں کو دوست رکھتے ہیں

حدیث (۵۹) ابو داؤد نے مقدام بن معدیکرب سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں مجھ سے ہیں یعنی حسن حسین پسران علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حدیث (۶۰) عساکر نے مقدام بن معدیکرب سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن مجھ سے ہے اور حسین علیؓ سے ہے۔

حدیث (۶۱) ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلی بن مرۃ سے روایت کی کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ خدا تعالیٰ اس شخص کو دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھے اور یہ بھی فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ دو سبط ہیں۔ اسباط میں سے یعنی ان میں سے ہر ایک بمنزلہ عظیم جماعت کے ہے۔ جماعات میں سے تمام خوبیوں اور کمالات میں سے۔

حدیث (۶۲) ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے میری طرف زیادہ محبوب (اور پیارے) حسن اور حسین ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث (۶۳) احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حسن اور حسین کو دوست رکھا۔ پس تحقیق اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے ان دونوں کو دشمن رکھا پس تحقیق اس نے مجھ کو دشمن رکھا۔

حدیث (۶۴) ابو یعلی نے جابرؓ سے روایت کی کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ جو کوئی یہ پسند کرے کہ وہ اہل بہشت کے جوانوں (کے سردار) طرف نظر کرے تو وہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نظر کرے۔

ابن حبان اور ابن عساکر نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی اور بعینہ ان الفاظ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں کہا حضرت فاطمہؓ، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل اور مناقب میں دوسری احادیث بھی بے شمار ہیں لیکن اختصار کے لئے میں نے اس پر کفایت کی۔

باب پنجم

ذکر تواریخ موالید و وفات حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ، امام حسنؓ، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کی عمر کے مدت کا بیان اور ان کے مقابر کی جگہوں کا ذکر اور ان کی اولاد کی تعداد کا بیان۔

ذکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ

آپ کا مولد بروز جمعہ بتاریخ ۱۳ر ماہ رجب المرجب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے تیسویں سال میں ہوا یہ صحیح قول ہے اور آنحضرت کی عمر کے اکتالیسویں سال میں اسلام لائے اس قول پر کہ حضرت علیؓ کی اسلام کے وقت دس سال عمر تھی۔

پس یہی اصح قول ہے۔ اسی طرح زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں کہا ہے اور حضرت علیؓ کی وفات ہجرت کے چالیسویں سال ماہ رمضان میں اس حالت میں واقع ہوئی کہ آپ شہید، مقتول اور مظلوم تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ شہادت کی تاریخ ۱۷ر یا ۱۹ر یا ۲۱ر یا ۲۳ر رمضان ہے۔ یہ چار اقوال ہیں ان میں سے ارجح قول یہ ہے کہ آپ کی وفات ۱۹ر تاریخ رمضان المبارک کو ہوئی۔ اسی لئے علامہ ابن کثیر نے کتاب البدایہ والنہایہ میں واقدی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ۱۹ر تاریخ کا قول ہمارے ہاں اثبت اور محکم ہے انتہیٰ۔

آپ کی شہادت کے واقعہ کی تفصیل بڑی کتابوں میں مذکور ہے یہاں اختصار کی خاطر اس کو موقوف رکھا گیا۔

آپ کی عمر معتمد قول پر ۶۳ سال تھی۔ ابن کثیر نے کتاب البدایہ والنہایہ میں کہا ہے کہ آپ کی عمر کی بارے میں مشہور قول یہی ہے اگرچہ بعض علماء نے اس سے زائد بھی کہا ہے انتہیٰ۔

اسلام سے قبل دس سال۔ اس کے بعد مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس سال۔ پھر مدینہ منورہ میں آپؐ کے ساتھ دس سال اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ معتمد قول پر پانچ سال سے تین ماہ کم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کہاں ہے اس میں پانچ اقوال ہیں۔

اول یہ کہ آپ کی قبر دارالخلافہ کوفہ میں ہے۔ جہاں آپ کی زندگی اور خلافت کے دور میں سکونت تھی۔

دوم یہ کہ آپ کی قبر جامع مسجد کوفہ کی پشت پر ہے۔

سوم یہ کہ آپ کی قبر نجف میں ہے اور یہ معروف قریہ ہے حیرہ اور کوفہ کے درمیان۔

چہارم یہ منقول ہے کہ کوفہ میں دفن کے بعد آپ کے بیٹے حضرت حسنؓ آپ کے جسد مبارک کو نکال کرلے گئے اور مدینہ منورہ میں بقیع کے اندر دفن کیا جہاں حضرت عباسؓ کی قبر ہے اور اس پر قبہ ہے۔

پنجم یہ کہ بعض نے کہا ہے کہ آپ کے بیٹے حضرت حسنؓ آپ کے جسد مبارک کو کوفہ سے نکال کر مدینہ منورہ میں دفن کرنے کے لئے اونٹ پر لے جارہے تھے کہ راستہ میں اونٹ غائب ہوگیا پھر معلوم نہ ہوسکا کہ اونٹ جنازے کے ساتھ کہا چلا گیا۔ اس لئے ایران والے کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ ابرہ میں ہیں۔ ان پانچ اقوال میں سے مشہور قول نجف والا ہے جو تیسرا قول ہے۔

حضرت علیؓ کی اولاد اکیس بیٹے اور تیئس بیٹیاں تھیں۔ اور بیٹوں سے مشہور ۱۶ ہیں۔ جن کے اسماء گرامی مذکور ہوں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹوں میں ایک امام حسنؓ ہیں تکبیر صیغہ کے ساتھ اور یہ آپ کی تمام اولاد میں بڑے تھے۔ دوم امام حسینؓ تصغیر کے صیغہ کے ساتھ جو امام حسنؓ سے چھوٹے تھے۔ سوم محسن میم کو پیش حاء مہملہ کو فتح اور سین مہملہ مکسورہ کو شد دیجائے۔ ان کی امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے بعد ولادت ہوئی اور صغیر سنی میں وفات پائی۔

یہ تینوں بیٹے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھے۔ علامہ زرقانیؒ نے شرح مواہب میں کہا ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت کی کہ جب حسنؓ پیدا ہوئے تو میں نے اس کا نام حرب رکھا پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا حرب نام رکھا ہے آنحضرت نے کہا کہ اس کو حسن کہو۔ پھر جب حسین پیدا ہوئے تو ان کا نام بھی حرب رکھا گیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ان کے نام کے متعلق دریافت کیا میں کہا کہ ان کا نام حرب رکھا ہے آپؐ نے فرمایا کہ اس کو حسین کہو پھر جب محسن پیدا ہوئے تو ان کا نام بھی میں نے حرب رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ان کے نام کے متعلق پوچھا میں نے حرب بتایا آپؐ نے فرمایا کہ اس کا نام محسن ہے پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹوں کا نام حسن، حسین اور محسن رکھے ہیں۔ جس طرح ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے نام شبر، شبیر اور مبشر رکھے تھے زرقانی کا کلام ختم ہوا۔

چوتھے بیٹے محمد اکبر جو کہ ابن الحنیفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اُن کی والدہ خولہ بنت قیس بن جعفر ہیں۔ جو کہ بنی حنیفہ کی مولاۃ (آزاد کردہ باندی) تھی اس لئے ان کا بیٹا ابن حنیفہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ خولہ سیہ فام تھی اور سندھی عورت تھی یعنی ملک سندھ سے آئی تھی۔ پانچواں عبید اللہ تصغیر کے صیغے کے ساتھ۔ چھٹا ابو بکر ان دونوں کی والدہ لیلیٰ بنت معوذ نہشلی ہے۔ ساتواں اکبر، آٹھواں عثمان، نواں جعفر دسواں عبد اللہ اکبر۔ صیغہ تکبیر سے ان چاروں کی والدہ ام البنین بنت حرام ہے جو کہ بنی کلاب سے تھی۔ گیارہواں محمد اصغر ان کی والدہ ام ولد تھی اور یہ چھ حضرات یعنی۔ ابو بکر، عباس، عثمان، جعفر، عبد اللہ اصغر اور محمد اصغر، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ واقعۂ کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ بارھواں یحییٰ، تیرھواں عون۔ ان دونوں کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں چودھواں عمر اکبر ان کی والدہ ام حبیب بنت زمعہ ہے جو کہ بنی تغلب قبیلہ سے تھی اور اہل ورت کی دوسری عورتوں کے ساتھ قید ہو کر آئی تھیں۔ پندرہواں محمد اوسط، ان کی والدہ امامہ بنت ابی العاص تھیں اور یہ امامہ پیغمبر خداؐ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی بیٹی ہیں امامہ کا تفصیل کے ساتھ بیان حضرتؓ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں آئے گا۔

سولھواں عباس اصغر اور باقی پانچ صاحبزادوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

حضرت علیؓ کی نسل صرف پانچ بیٹوں سے باقی رہی ہے۔

امام حسنؓ ، امام حسینؓ ، محمد بن حنیفہؓ ، عمر اکبرؓ اور عباس اکبرؓ ان کی اولاد اور اعقاب کی تفصیل بہت ہے اختصار کی خاطر اس پر اکتفا کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹیاں یہ ہیں۔

(۱) ام کلثوم کبریٰ (۲) زینب کبرا۔ ان دونوں کی والدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ ان دونوں کی حقیقی بہنیں ہیں۔

حضرت علیؓ نے ام کلثوم کبریٰ کا نکاح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس وقت کیا جب یہ صغیرہ تھیں اور بلوغت کے بعد حضرت عمرؓ سے ایک بیٹا زید نامی اور ایک بیٹی رقیہ نامی تولد ہوئی۔ لیکن ان سے کوئی اولاد باقی نہ رہی۔ حضرت ام کلثوم حضرت عمرؓ کی شہادت تک ان کے ساتھ رہیں اور اس کے بعد زید اور ام کلثوم کی والدہ کی وفات ایک ہی دن میں واقع ہوئی۔ علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں اسی طرح تصریح فرمائی ہے۔

باقی حضرت زینب کبریٰ سے عبداللہ بن جعفر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برادر زادہ نے نکاح کیا اور ان سے چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں:۔

علی، عباس، عون اور محمدؓ اور بیٹی کا نام ام کلثوم ہے۔

حضرت زینبؓ بنت فاطمہؓ کی کافی اولاد باقی رہی ہے اور ان کے لئے شرف اور فضیلت ہے۔ لیکن ان کی فضیلت اور شرف امام حسینؓ اور امام حسنؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کے فضل اور شرف کے برابر نہیں ہے۔ حضرت زینبؓ رہیں یہاں تک کے کربلا میں حضرت حسینؓ کے واقعہ کو پایا اور ان کے ساتھ تھیں۔

(۳) رقیہ یہ عمر اکبر کی حقیقی بہن ہیں (۴) ام الحسن (۵) رملہ کبریٰ ان دونوں کی اولاد ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی ہے (۶) ام ہانی (۷) میمونہ (۸) رملہ صغریٰ (۹) زینب صغریٰ (۱۰) ام کلثوم صغریٰ (۱۱) فاطمہ (۱۲) امامہ (۱۳) خدیجہ (۱۴) ام الکرام (۱۵) ام الخیر (۱۶) ام سلمہ (۱۷) ام جعفر (۱۸) جمانہ (۱۹) نفیسہ (۲۰) نقیہ۔ ام ہانی سے نقیہ تک ان سب مائیں متفرقہ لونڈیاں (ام ولدیں) تھیں (۲۱) جارشہ ان کی والدہ محیاۃ بنت امرئ القیس بن

عدی تھیں (۲۲) فاختہ (۲۳) امۃ اللہ ان دونوں اخیری بیٹیوں کی ماؤں کے نام اور اوصاف معلوم نہ ہو سکے۔ یہ ان کا خلاصا اور حاصل ہے جس کو علامہ محب طبری نے ریاض نضرہ میں اور علامہ عامری نے ریاض مستطاب میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اور دوسرے علماء نے بیان کیا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جملہ اولاد پانچ نفر تھے تین بیٹے امام حسنؓ، امام حسینؓ اور محسنؓ اور دو بیٹیاں۔ ام کلثوم اور زینب کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

صاحب سیرت شامیہ نے لیث بن سعد سے جو کہ اپنے عصر کے محدثین کے امام تھے۔ نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ سے ایک تیسری بیٹی بھی تھیں۔ جس کا نام رقیہ تھا انتہیٰ۔

لیکن علامہ نسابہ محمد بن حسین مکی شریف حسنی اپنے رسالہ تحفۃ الطالب میں اور خواجہ محمد پارسا نے فصل الخطاب میں کہا ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم جن کا حضرت فاطمہؓ کی بیٹیوں میں شمار ہوا ہے وہ ایک ہی ہے۔ یعنی ایک شخصیت ہے اور جن کا نام رقیہ اور کنیت ام کلثوم تھی۔

ذکر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا مولد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے ۳۵ ویں سال میں ہوا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال پہلے کا زمانہ تھا۔ علامہ عامری نے ریاض مستطاب کتاب میں اشارہ کیا ہے کہ یہ قول صحیح ہے۔ پس اس قول پر حضرت علیؓ کی عمر حضرت فاطمہؓ سے پانچ سال زیادہ ہوتی ہے۔ اور حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ سے عمر میں بڑی تھیں کیونکہ حضرت عائشہؓ کی ولادت بعثت کے چوتھے سال میں ہوئی۔ اسی طرح زرقانی کی شرح مواہب میں بھی یہی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات، حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ

بعد ہوئی اور یہ وفات منگل کی رات تاریخ سوم ماہ رمضان، ہجرت کے گیارہویں سال میں ہوئی اس طرح حضرت فاطمہؓ کی تمامی عمر ۲۸ سال اور ۷ ماہ ہوتی ہے اور صاحب مواہب لدنیہ نے کہا ہے کہ آپؓ کی عمر انتیس سال تھی انتہی۔

یہ دونوں قول باہم متقارب ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جملہ بیٹیوں میں سے قول اصح عمر میں سب سے چھوٹی تھیں۔ اسی طرح علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں تصریح فرمائی ہے۔

فضل اور شریف کے خیال سے آپ ان سب سے بڑی تھیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

حضرت فاطمہؓ کے قبر کی جگہ میں اختلاف ہے۔ اس میں تین اقوال ہیں۔

قول اول یہ ہے کہ آپؓ کی قبر بقیع میں ہے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مقبرے میں۔

دوسرا قول آپ کی قبر بقیع میں اس جگہ پر ہے جس کو مسجد حضرت فاطمہؓ کہتے ہیں اور اس کا نام بیت الاحزان (دکھوں کا گھر) بھی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کے گھر میں ہی ان کی قبر ہے اور یہ مکان پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ کے حجرہ شریف میں داخل ہو گیا ہے اور وہ لکڑی کے بنے ہوئے محراب کے اندر واقع ہے اور یہ محراب حجرہ مبارک کے پشت کی طرف واقع ہے یعنی شامی دروازے کی طرف، علامہ طرابلسی اور ابن جماعہ کے اپنے مناسک میں کہا ہے کہ یہ تیسرا قول تمام اقوال میں اظہر اور صواب کی طرف اقرب ہے انتہی اور علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ یہی قول اظہر ہے۔ انتہی۔

ذکر حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حسن کا مولد ہجرت کے تیسرے سال میں ماہ مبارک رمضان کے پندرہویں تاریخ میں ہوا اور آپ نے شہید اور مظلوم ہو کر وفات پائی اور یہ شہادت اس زہر سے ہوئی جس کو یزید بن معاویہ نے حضرت امام حسنؓ کی بیوی کی طرف بھیجا تھا جس کا نام بنت اشعث بن قیس تھا اور یزید نے امام حسنؓ کو زہر دینے کے عوض میں جعدہ کو ایک سو ہزار درہم بھی بھیجے تھے اور جعدہ سے یہ بھی طے ہوا تھا کہ اگر وہ امام حسنؓ کو زہر دیدے اور اس سے امام حسنؓ کی وفات ہو جائے تو اس کے بعد اس سے نکاح بھی کرے گا۔

جعدہ نے یہ کام کیا اور حضرت امام حسنؓ چالیس روز تک بیمار رہے اور اس کے بعد آپ نے وفات

پائی۔ ان کی وفات کے بعد جعدہ نے یزید کی طرف وعدۂ نکاح کے وفا کے لئے پیغام بھیجا لیکن یزید نے وعدہ کی وفا نہ کی اور اس سے یہ کہا کہ جب تو نے امام حسن سے وفا نہ کی تو میرے ساتھ کس طرح وفا کریگی امام حسنؓ کی وفات جمعہ کی رات تاریخ پنجم ماہ ربیع الاول میں قول صحیح پر ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ غرہ محرم میں ہوئی اور تیسری روایت ہے کہ ماہ صفر کی ۲۸ ویں تاریخ میں ہوئی اسی طرح سال وفات میں بھی اختلاف ہے کہ وہ سال ۴۹ تھا یا ۵۰ یا ۵۱ علامہ ابن کثیر نے کتاب البدایہ والنہایہ میں کہا ہے کہ سال ۴۹ مشہور قول ہے۔ انتہیٰ۔ مشہور قول پر آپ کی عمر ۴۵ سال، پانچ ماہ اور بیس دن تھی ان میں سے قبل از خلافت ۳۵ سال اور نیم سال تھے اور چھ ماہ آپ کی خلافت کے ہوئے اور باقی ساڑھے نو سال مدینہ منورہ میں اقامت فرمائی اور آپ کی خلافت کی مدت چھ ماہ اور بارہ دن رہی۔ اس کے بعد خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس صلح کی بنا پر عطا کی جو ان کے مابین واقع ہوا تھا۔ صلح کے کچھ حالات اور تاریخ اس سے پہلے تیسرے باب میں چالیسویں حدیث کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور قبر مدینہ کے بقیع میں ہے جس پر بڑا مقبرہ ہے جو کہ خاص اور عام لوگوں میں معروف ہے۔ اس میں چار قبریں دوسری ہیں علماء نے کہا ہے کہ اس مقبرے میں امام حسن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے اور زین العابدین علی ابن امام حسینؓ اور زین العابدین کے پہلو میں ان کے بیٹے محمد باقرؓ مدفون ہوئے اور محمد باقرؒ کے پہلو میں ان کے بیٹے جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہوئے۔

امام حسنؓ کی اولاد ۲۳ بیٹے اور ۸ بیٹیاں تھیں۔ فرزندان امام حسنؓ (۱) محمد اصغر (۲) جعفر (۳) حمزہ یہ تینوں صغیر سنی میں فوت ہو گئے (۴) محمد ان کی وجہ سے آپ کی کنیت ابی محمد تھی (۵) زید (۶) حسن صیغۂ تکبیر کے ساتھ جن کے لقب مثنیٰ تھے (۷) اسماعیل (۸) یعقوب (۹) ابوبکر (۱۰) عبداللہ اکبر (۱۱) حسین تصغیر کے صیغہ کے ساتھ جن کے لقب اثرم تھے (۱۲) عبدالرحمٰن (۱۳) عمر عین کو زبر اور میم کو سکون (۱۴) طلحہ (۱۵) عبدالرحمٰن اصغر (۱۶) علی اکبر (۱۷) علی اصغر (۱۸) عقیل (۱۹) احمد (۲۰) عبیداللہ بصیغہ تصغیر (۲۱) عُمَر عین کو پیش اور میم کو زبر (۲۲) قاسم (۲۳) ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم

امام حسن کی نسل صرف دو صاحبزادوں سے باقی رہی ایک زید دوم حسن مثنیٰ اور باقی بیٹوں سے کوئی نسل باقی نہیں ہے۔ زید اور حسن مثنیٰ کی اولاد اور اعقاب کی تفصیل بہت ہے۔ اختصار کا لحاظ رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کی گئی۔

باب ششم

حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت فاطمہ زہراؓ کے سوا باقی صلبی اولاد کے بیان میں۔

پسران کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جانتا چاہیئے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صلبی دو صاحبزادے تھے۔ ایک حضرت قاسم اور دوسرے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان دو بیٹوں کے سوا باقی بیٹوں کے متعلق پانچ اقوال ہیں:۔

ایک قول یہ ہے کہ آپؐ کے تین بیٹے تھے، تیسرے کا نام حضرت عبداللہؓ ہے جن کی قاسمؓ اور ابراہیمؓ کے درمیان ولادت ہوئی۔ ان کے تین نام تھے عبداللہ، طیب اور طاہر۔ یہ تین صاحبزادوں والا قول اصح ہے جیسا کہ مواہب لدینہ میں کہا ہے اور علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اکثر اہل نسب کا یہی قول ہے اور حافظ دار قطنی نے کہا ہے کہ یہ قول اثبت ہے۔ اور بعض چار بیٹے کہتے ہیں اور بعض پانچ اور بعض سات اور بعض آٹھ کے قائل ہیں۔ یہ آخری چاروں اقوال ضعیف ہیں۔ ان میں سے صحیح وہی قول اول ہے، کہ آپؐ کے تین بیٹے تھے۔ اس لئے ہم نے بھی اس رسالہ میں اسی صحیح پر تفصیل لکھی کیوں کہ قول صحیح کے مقابلہ میں اقوال ضعیفہ معتبر نہیں ہیں۔

دختران مکرمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ اسی عدد پر علماء کا اتفاق ہے اور کسی عالم کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔

اول زینبؓ اصح قول پر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی ہیں جیسا کہ اس کے بعد یہ بیان آئے گا۔

دوم رقیہؓ۔ سوم ام کلثومؓ۔ چہارم فاطمہؓ جو کہ اصح قول پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی گذر چکا ہے اور سب اولاد کرام بیٹے اور بیٹیاں حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھیں۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کہ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سریہ ماریہ قبطیہ سے تھے۔ اس کا تولد مدینہ منورہ میں ہوا۔ اور باقی سب کا مکہ معظمہ میں تولد ہوا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ سے اولاد کے تولد کی ترتیب میں چار اقوال یا اس سے بھی زیادہ ہیں۔

صاحب سیرت شامیہ نے زبیر بن بکار سے جو کہ علم انساب کا علامہ ہے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ پہلے قاسمؓ تولد ہوئے پھر زینبؓ۔ ان کے بعد عبد اللہؓ جنہیں طیب اوطاہر بھی کہتے ہیں۔ ان کے بعد ام کلثومؓ۔ اور پھر فاطمہؓ اور اس کے بعد رقیہؓ تولد ہوئیں سیرت شامی کی تحقیق پوری ہوئی۔

زرقائی نے شرح مواہب لدنیہ میں ابن الکلبی سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے زینبؓ کا تولد ہوئیں پھر قاسمؓ اور پھر ام کلثومؓ اور ان کے بعد فاطمہؓ اور پھر رقیہؓ اور ان کے بعد عبد اللہؓ۔ شرح مواہب کی تحقیق ختم ہوئی۔ ان دونوں اقوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سب سے چھوٹی حضرت رقیہ ہونگی۔

سیرت حلبیہ میں کہا ہے کہ بعض روایات میں رقیہؓ کی ولادت ام کلثوم سے پہلے بتائی گئی ہے۔ انتہی۔

علامہ زرقائی نے شرح مواہب میں ابو عمر بن عبد البر سے نقل کیا ہے کہ اصح قول پر حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ انتہی۔ اس قول پر حضرت رقیہؓ کا تولد حضرت فاطمہؓ سے پہلے ہوگا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

علماء نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے ہر ایک فرزند کی درمیانی مدت فرصت ایک سال تھی۔ اور تمام اولاد میں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دایہ سلمیٰ (سین مہملہ کو زبر اور لام ساکن) ہیں اور یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کی مولاۃ (آزاد شدہ) ہیں اور سلمیٰ کی کنیت ام رافع تھی اور یہ سلمیٰ ابو رافع پیغمبر خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کی بیوی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد میں سے ہر ایک کے لئے عقیقہ فرمایا اور ہر ایک بیٹے کے لئے دو نر مینڈھوں کو ذبح فرمایا۔ باقی اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیمؓ کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی اولاد کا تولد قبل از بعث ہوا یا بعثت کے زمانہ میں ہوا۔ علامہ محمد اسحق نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیمؓ کے سوا باقی تمامی اولاد کا تولد زمانہ بعثت سے پہلے ہوا۔ اسی طرح صاحبزادیوں کی وفات مکہ مبارکہ میں بعثت سے پہلے ہوئی۔ باقی آپؐ کی صاحبزادیاں بعثت کے زمانہ تک سب باقی رہیں اور سب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی انتہی۔ کلام ابن اسحاق۔ زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ آپ کی تمامی اولاد کا تولد بعثت کے بعد ہوا۔ لیکن مشہور قول پہلا ہے۔

ذکر پسران کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ آپؐ کے تمام بیٹوں میں بڑے ہیں۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت زینبؓ آپ کی تمام بیٹیوں سے بڑی ہیں۔ اصح قول پر اور قاسمؓ اور زینبؓ کے مابین اختلاف ہے کہ دونوں میں سے اول کس کی ولادت ہوئی ارجح قول یہ ہے کہ حضرت قاسمؓ کی پہلے ولادت ہوئی ہے۔ پھر حضرت زینبؓ کی علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں کہا ہے کہ یہی قول اصح ہے۔ آنحضرتؐ کی کنیت ابوالقاسم آپؐ کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسمؓ کی وجہ سے تھی اور حضرت قاسم کا تولد مکہ معظمہ میں ہوا۔ اور ان کی وفات بھی مکہ معظمہ میں ہوئی۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں اول جس نے وفات پائی وہ حضرت قاسمؓ تھے اور ان وفات بلا اختلاف صغیر سنی میں ہوئی۔ لیکن علماء کا حضرت قاسمؓ کی عمر میں چند قول پر اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت قاسمؓ گھوڑے اونٹ پر سوار ہونے کی عمر کو پہنچے تھے۔ بعض کم اور بعض زیادہ بھی کہتے ہیں۔ صواب یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے گذرا اور ان کی وفات میں بھی اختلاف ہے کہ بعثت سے قبل ہوئی یا بعد میں جیسا کہ مواہب لدنیہ اور اس کی شرح نے ان دونوں کو نقل کیا ہے۔ حضرت قاسمؓ کی قبر شریف مکہ کے قبرستان میں ہے اور یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ ان کی قبر

طائف میں ہے یہ قول غیر ثابت اور بے اصل ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پہلے مذکور ہوا کہ ان کے تین نام تھے اور ان کی ولادت اور وفات دونوں مکہ میں ہوئیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عبداللہ کی ولادت اور وفات بعثت سے پہلے ہوئی یا بعد میں۔ یہ اختلاف ان کے بھائی حضرت قاسمؓ کے متعلق بھی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت عبداللہؓ کی وفات بلا اختلاف صغیر سنی میں ہوئی۔ لیکن آپ کی عمر معلوم نہ ہوسکی اس لئے کہ اس دور میں تواریخ لکھنے کا اہتمام کمتر تھا اور ان کی وفات بھی مکہ معظمہ میں ہوئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دفن فرمایا اور دفن سے واپس لوٹے تو اُس وقت آپؐ کے کوئی دوسرا بیٹا نہ تھا۔ تب عاص بن وائل جو بنی سہم قریش قبیلہ سے تھا۔ اور مکہ کے دوسرے سردار کفار سے کہنے لگا کہ آج محمدؐ ابتر ہوگئے۔ یعنی ان کی نسل منقطع ہوگئی۔ اس پر حق تعالیٰ نے سورہ کوثر کو اس وقت نازل کیا اور اس میں فرمایا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ یعنی اے محمدؐ تحقیق تیرا دشمن ابتر ہے۔ یعنی عاصی جو آپؐ کا دشمن ہے وہ ہی منقطع نسل ہے۔ اس لئے کہ نسل کی بقا کا مقصد بقا اور ثناء حسن ہے اور ہم نے تیرے ذکر اور ثناء کو باقی چھوڑا قیامت تک۔ اور عاصی باقی بتر رہے گا اور اس کو کوئی نہ جانے گا نہ پہچانے گا۔ اگر اس کا کوئی بھی بیان کرے گا تو کفر اور شرک کی اوصاف قبیح کے طور پر کریگا۔

یہ جو کچھ مذکور ہوا حضرت خدیجہ کی اولاد کا ذکر تھا لیکن نفس خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل اور مناقب کا بیان اور باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ایک الگ رسالہ میں لکھا گیا ہے۔ اور اس رسالہ کا نام رکھا گیا ہے۔ "الباقیات الصالحات فی ذکر الازواج الطاہرات" جو کوئی اس کے جاننے کی خواہش کرے تو وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابراہیمؓ تولد کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اولاد میں سے ہیں۔ ماریہ قبطیہ بنت شمعون سے ہیں اور یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سریہ اور لونڈی تھیں۔

حضرت ابراہیمؓ کا باتفاق علماء تولد ماہ ذی الحجہ سال ششم ہجرت میں ہوا اور آپ کا تولد عالیہ میں ہوا۔ اور یہ مدینہ منورہ سے باہر ہے لیکن اس کے قریب ایک جگہ ہے جہاں بنی النضیر کے (اموال) کھجور کے باغات تھے اور یہ باغات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں ماریہ کو ملے تھے۔ اور یہ مکان آج کل مسربہ ماریہ کے نام سے مشہور ہے اور مسربہ بالاخانہ کو کہتے ہیں جب یہ فقیر (مخدوم محمد ہاشم) سال گیارہ سو چھتیس میں مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اس زمانہ میں اس مکان مبارک کی زیارت کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ والحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذالک وعلیٰ جمیع نعمآئہ۔ حضرت ابراہیم کی دایہ سلمیٰ تھی۔ جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی اولاد کی دایہ تھی۔ جب سلمیٰ کے شوہر ابورافع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیمؓ کی ولادت کی بشارت سنائی تو آپؐ نے اس بشارت پر ابورافع کو ایک غلام عطا کیا اور حضرت ابراہیمؓ کی ولادت سے ساتویں روز انکا عقیقہ کیا اور انکے عقیقہ میں دو مینڈھوں کو ذبح فرمایا اور اس روز ان کا سر منڈوایا اور بالوں کے وزن کے برابر صدقہ فرمایا اور بالوں کو زمین میں دفن کرایا۔ سر مونڈنے والے ابوہند مشہور صحابی ہیں اور بنی بیاض قبیلہ کے انصاری تھے۔

آنحضرتؐ نے صاحبزادے کا ساتویں دن ابراہیم نام رکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے ہی دن نام رکھا۔ اور عقیقہ کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیمؓ کو دودھ پلانے کے لئے ام سیف کے حوالہ کیا۔ اور یہ ام سیف صحابیہ تھیں۔ اور ابو سیف صحابی کی بیوی تھیں۔ اور ابو سیف لوہار کا کام کرتے تھے۔ ام سیف حضرت ابراہیمؓ کو دودھ پلاتی تھیں اور ابو سیف ان کی خدمت اور کفالت کرتے تھے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آتے تھے اور ابراہیم کو اٹھاتے تھے اور گود میں بٹھلاتے تھے اور ان کو بوسہ دیتے تھے اور کمال شفقت سے سونگھتے تھے۔ حضرت ابراہیمؓ ام سیف اور اس کے شوہر باقی رہے تا آنکہ ان کے ہاں وفات پائی۔ اور حضرت ابراہیمؓ کی وفات بروز منگل تاریخ دس شہر ربیع الاول دسویں سال ہجرت میں ہوئی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ رمضان میں دسویں سال ہجرت میں وفات پائی۔

پہلے قول پر ان کی عمر چودہ ماہ اور چند روز ہوتی ہے اور دوسرے قول پر بیس ماہ اور چند دن ہوتی ہے۔ بعض روایات میں کم اور زیادہ بھی آیا ہے۔

جب حضرت ابراہیمؓ وفات کے قریب تھے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام سیف کے گھر گئے اور اپنے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف کو بھی لائے تھے۔ حضرت ابراہیمؓ کو گود میں لیا اور حضرت ابراہیمؓ نے آپؐ کی گود میں ہی وفات پائی۔ جب ان کی وفات واقع ہوئی تو آپؐ کی آنکھیں اشک ریز ہوئیں۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابراہیمؓ تحقیق ہم تیرے فراق میں غمگین ہیں۔ یہ دیکھ کر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ بھی گریہ فرماتے ہیں، حالانکہ آپؐ نے گریہ سے منع فرمایا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے آنکھ کے آنسوں بہانے سے منع نہیں کیا یہ تو رحمت کا اثر ہے بلکہ میں نے نیاحت سے (نوحہ کرنا) ہاتھ کو رخساروں پر مارنے اور پیراہن کی جیب اور کپڑے پھاڑنے سے روکا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت ابراہیمؓ کے غسل اور تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا اور ابوبردہ جو کہ قبیلۂ انصار سے اور براء بن عازب کے ماموں تھے ان کو غسل دیا اور ابوبردہ کا نام ہانی ہے۔ ان کے غسل میں ابوبردہ کے ساتھ فضل بن عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی شریک تھے۔

اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی جس میں چار تکبیریں فرمائیں جیسا کہ اس کو ابو یعلیٰ اور ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور ان کا جنازہ مدینہ کے بقیع کی طرف چھوٹی چارپائی پر اٹھایا گیا یہ چارپائی ان کی دودھ پلانے والی حضرت ام سیف کی تھی اور ان کے دفن کے لئے فضلؓ اور اسامہ بن زید دونوں قبر میں داخل ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے پر کھڑے تھے اور دفن کرنے کے بعد صحابہ کو حکم فرمایا کہ پانی کی مشک قبر پر چھڑکائیں اور یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی ڈالا گیا ہے اس سے فقہا نے قبر پر پانی ڈالنے کے لئے لکھا ہے۔

حضرت ابراہیمؓ کی قبر مدینہ کے قبرستان بقیع میں ہے اور اس پر بڑا قبہ تعمیر شدہ ہے جو کہ خاص و عام میں قبہ ابراہیمؓ کے نام سے مشہور ہے، اس قبہ میں دوسرے چھ۶ صحابۂ کرام کی قبریں بھی ہیں:۔

ایک قبر عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی۔ دوسری قبر سعدؓ بن ابی وقاص کی، یہ دونوں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ تیسری قبر عبداللہ بن مسعودؓ کی جو کہ خلفاء اربعہ کے بعد بڑے صحابی اور افقہ تھے

چوتھی قبر عثمان بن مظعون کی جو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے، پانچویں قبر خنیس بن حذافہ سہمی کی جو کہ قریش بن سہم سے تھے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے پہلے حفصہ بنت عمرؓ کے شوہر تھے۔

ان جراحات کی وجہ سے ہوئی جو ان کو جنگ بدر میں ہوئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کیا چھٹی قبر اسعد بن زرارہ کی ہے یہ انصار میں سے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کی قبر بھی اسی قبہ میں ہے۔

فضائل ومناقب حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی فضیلت میں وہ روایت کافی ہے جس کو ابن ماجہ بیہقی اور دوسرے محدثین نے عبداللہ بن عباس سے اور ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے اور اسماعیل سدی نے حضرت انسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ان سب نے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر ابراہیمؑ میرے بعد زندہ ہوتے تو پیغمبر ہوتے لیکن میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے۔ اسی حدیث کی طرح امام احمد نے اپنی کتاب مسند میں روایت کی کہ عبداللہ بن اوفیٰؓ سے موقوف طریق کے ساتھ لیکن یہ موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ امر غیب کی اخبار ہے اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور وارد ہوئی ہے متعدد طریقوں سے اور یہ جو نووی نے اس حدیث کے وضع اور عدم ثبوت کا حکم لگایا ہے وہ غیر معتمد ہے۔ زرقانی کا کلام پورا ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا بیان

۱۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اصح قول پر آنحضرتؐ کی جملہ صاحبزادیوں سے بڑی تھیں۔ جیسا کہ پہلے گزرا ان کا تولد پیغمبر خدا صلی علیہ وسلم کی عمر شریف کی ۲۳ویں سال میں بعثت سے دس پہلے ہوا۔ اور یہ ابن اسحاق کے قول پر مبنی ہے کہ اس نے کہا کہ آنحضرتؐ

کی تمامی اولاد شریف بعثت سے پہلے پیدا ہوئی ہے۔ زبیر بن بکار کا قول اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ پہلے گذرا، حضرت زینبؓ نے زمانہ اسلام کو پایا۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت خدیجہؓ کی بہن کے بیٹے سے کیا جن کی کنیت ابو العاص مشہور ہے اور کا نام لقیط بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اور یہ ابو العاص قریشی عبشمی تھے اور یہ ابو العاص حضرت زینبؓ کے خالہ کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ ابو العاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد اور حضرت زینبؓ کی والدہ خدیجہؓ بنت خویلد دونوں آپس میں بہنیں ہیں اور حضرت زینبؓ ابو العاص کے مکہ معظمہ ایک مدت تک رہیں تا آنکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور یہ آپ کی عمر شریف کے ترپن سال ماہ صفر کے آخر یا ماہ ربیع الاول کے اوائل کا واقعہ ہے۔ پس حضرت زینبؓ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ لیکن اس وقت تک میسر نہ ہوئی تا کہ ہجرت کے دوسرے ماہ رمضان میں غزوہ بدر کا واقعہ ہوا۔ ابو العاص مکہ کے دوسرے کفار کے ساتھ غزوہ بدر میں آئے۔ اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح اور نصرت عطا فرمائی۔ اور ابو العاص مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور پیغمبر علیہ السلام نے ان پر احسان فرما کر بغیر فدیہ ان کو آزاد فرمایا اور ان سے یہ وعدہ لیا کہ زینبؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دیں گے۔ ابو العاص نے اس کو قبول کیا۔ پس جب وہ مکہ پہنچے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارث کو جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام تھے اور ایک دوسرے صحابی کو بھی بھیجا۔ اور یہ دونوں مکہ آئے اور ابو العاص نے حضرت زینبؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور یہ دونوں صحابی حضرت زینب کو مکہ سے مدینہ لے آئے۔ حضرت زینبؓ اس سفر میں اونٹ پر سوار تھیں اور مدینہ منورہ میں غزوہ کے بعد ایک ماہ یا زیادہ کی مدت میں مدینہ پہنچی اور اس کے بعد ابو العاص کچھ مدت مکہ معظمہ میں رہے اور اس کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور ہجرت کے چھٹے یا ساتویں سال میں اسلام لے آئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے معتمد قول پر حضرت زینبؓ کا ابو العاص سے جدید نکاح کرا کر ان کو واپس کیا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ اول نکاح کی وجہ سے ان کو واپس کیا۔ پہلا قول ارجح ہے۔

حضرت زینبؓ کو ابو العاصؓ سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔ بیٹے کا نام علیؓ ہے جوان کے سفر کی حالت میں فوت ہوئے اور بلوغت کے قریب تھے۔ اس لئے شارح زرقانی نے شرح مواہب میں کہا ہے کہ علیؓ مذکور صحابی ہیں۔ اور صحابی کے بیٹے ہیں۔ انتہی۔ یہ اس لئے کہ جو کوئی صحبت شریفہ میں زمان بلوغ کے قریب ہو اس پر یقیناً صحابیت کا حکم کیا جائے گا۔ اور علیؓ مذکور اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے جس وقت آنحضرتؐ فتح مکہ کے روز مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے تھے۔ اس کے بعد علیؓ مذکور نے وفات پائی اور ان کی وفات ان کی والدہ حضرت زینبؓ کی وفات کے بعد اپنے باپ ابو العاصؓ کی زندگی میں ہوئی۔

حضرت زینبؓ کی صاحبزادی امامہ ہے ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت اپنے دوش مبارک پر اٹھاتے تھے اور جب رکوع فرماتے تھے تو ان کو زمین پر بٹھاتے تھے اور جب آپؐ سجدہ سے اٹھتے تھے تو پھر ان کو اپنے کندھے پر اٹھاتے تھے۔ نماز کی حالت میں اس فعل کے جواز میں علماء نے بہت کلام کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ فعل پیغمبر علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے (کوئی دوسرا ایسا نہ کرے) اور دوسرے علماء نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

حضرت امامہؓ نے اپنی خالہ حضرت فاطمہ زہراؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے نکاح کیا تھا۔ اور حضرت فاطمہ زہراؓ نے اس نکاح کی حضرت علیؓ کو وصیت کی تھی لیکن امامہؓ کو حضرت علیؓ سے کوئی فرزند پیدا نہ ہوا۔ اس لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینبؓ کی نسل سے کوئی اولاد باقی نہ رہی۔ حضرت زینبؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہجرت کے آٹھویں سال کے اوّل مدینہ میں ہوئی اور ان کو ام عطیہؓ نے غسل دیا۔ اور یہ ام عطیہ مدینہ منورہ کی غاسلہ تھی ان کے غسل میں ام ایمن، ام سلمہ اور سودہ بنت زمعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حاضر ہوئیں اور نماز جنازہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی اور قبر میں ان کو دفنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زینبؓ کے شوہر ابو العاصؓ داخل ہوئے اور ان کی قبر مدینہ کے بقیع قبرستان میں اس قبہ کے اندر ہے جو دوسرے دو قبوں کے درمیان ہے۔ ایک قبہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کا اور دوسرا حضرت عقیلؓ کا ہے اور اس قبہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادیوں کی قبریں زینبؓ، ام کلثوم اور رقیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہن[1]۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان پانچویں باب میں تفصیل سے ہو چکا ہے اس لئے یہاں اس کے اعادہ کو موقوف رکھا گیا۔

احوال حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رقیہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے ۳۳ ویں سال میں حضرت زینبؓ کی ولادت سے تین سال بعد میں پیدا ہوئیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے کیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ نکاح بعثت سے پہلے ہوا یا بعد میں ہوا۔ اکثر علماء قول اخیر کے قائل ہیں۔ حضرت رقیہؓ نہایت حسن اور جمال والی تھیں اس طرح حضرت عثمان بھی بڑے حسین اور جمیل تھے اس لئے لوگ اس زمانہ میں کہتے تھے کہ ان دو مرد اور عورت جیسا کمال اور جمال میں کوئی عورت اور مرد نہ دیکھا گیا۔

حضرت عثمان رضؓ نے حضرت رقیہؓ کے ساتھ دو ہجرتیں کیں ایک مکہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری حبشہ سے مدینہ کی طرف اس لئے حضرت عثمان کو صاحب الہجرتین یعنی دو ہجرتوں والے کہتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اہل کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی اور حضرت رقیہؓ کو حضرت عثمانؓ سے ایک بیٹا تولد ہوا جن کا نام عبداللہ تھا۔ اور اسی سبب سے حضرت عثمانؓ کی کنیت ابی عبداللہ تھی۔ عبداللہؓ نے اپنی صغیر سنی میں، ہجرت کے چوتھے سال میں اپنی والدہ رقیہؓ کی وفات کے بعد وفات پائی۔ اور ان کی وفات کا یہ سبب یہ ہے کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں ٹھونگا لگایا اور اس سے ان کی وفات ہو گئی۔ عبداللہ کی عمر چھ سال تھی۔ حضرت رقیہؓ کو حضرت عثمانؓ سے کوئی دوسرا بیٹا یا بیٹی تولد نہیں ہوئی۔ مگر ایک سقط جس کو حضرت زینبؓ عبداللہ کی ولادت سے پہلے گرایا تھا۔

حضرت رقیہؓ نے ماہ رمضان، ہجرت کے دوسرے سال میں اس وقت وفات کی کہ

---

[1] جہاں بھی اس رسالہ میں قبوں کا ذکر ہے یہ پہلے کی بات ہے اور مخدوم صاحب نے اپنے دور میں یہ قبے دیکھے تھے۔ اب تو نجدی حکومت نے ان سب کو مسمار کر دیا ہے۔ (غ۔ قاسمی)

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر میں تھے اور ان ایام میں حضرت رقیہؓ حصبہ مرض (جدری کی ایک قسم ہے) میں مبتلا تھیں۔ اس لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو مدینہ منورہ میں چھوڑا اور اپنے ساتھ جنگ بدر میں نہیں لے گئے۔ تاکہ وہ حضرت رقیہؓ کی ان کے مرض میں دیکھ بھال کریں اور حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ تم مدینہ میں رقیہؓ کی دیکھ بھال کے لئے رہو اور تمہارے لئے وہی ثواب ہے جو بدر میں حاضرین کا ثواب ہے اور مال غنیمت میں ان جیسا حصہ تمہیں بھی ملے گا اور رقیہؓ کو۔

جیسا کہ فتح الباری میں کہا ہے اور زید بن حارث دفن کے وقت مقام بدر سے آئے اور ان مسلمانوں کو جو کہ دفن میں حاضر تھے۔ خبر دی کہ مومنوں کو بدر میں فتح حاصل ہوئی اور بہت سے کفار قتل ہو گئے۔

احوال ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام کلثومؓ میں کاف کو پیش ہے اور لام ساکن ہے۔ اس کنیت کے سوا آپ کا دوسرا نام معلوم نہیں ہے کہتے ہیں کہ ان کا نام کنیت ہی ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اوائل بعثت میں اسلام لے آئیں۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ہجرت کے سال اول میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارث اور ابو رافع کو جو کہ دونوں آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلام تھے مکہ معظمہ کی طرف پانصد درہم اور اونٹ دیکر بھیجا تاکہ حضرت فاطمہؓ، حضرت ام کلثومؓ سودہ بنت زمعہ، اسامہؓ بن زید اور اس کی ماں ام ایمنؓ کو تیار کر کے مدینہ لے آئیں پس وہ آپؐ کے حکم کے مطابق مکہ گئے اور ان سب کو تیار کر کے مدینہ لے آئے۔ جب ہجرت کے دوسرے سال میں حضرت رقیہؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاں وفات پائی جیسا کہ پہلے حضرت رقیہؓ کے بیان میں گذر چکا ہے تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اپنی ام کلثوم کا عثمانؓ کے ساتھ نکاح کرائیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثومؓ کا آسمانی وحی کے سبب ہجرت کے تیسرے سال ماہ ربیع الاول میں حضرت عثمانؓ سے نکاح کیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی شان میں فرمایا کہ تحقیق حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے

مجھے ام کلثومؓ کو عثمانؓ کے ساتھ تزویج کا حکم کیا ہے۔ اور اگر مجھے سو بیٹیاں ہوتیں تو ان میں سے ہر ایک کا میں عثمانؓ سے نکاح کرتا اور اگر وہ وفات کرتی تو میں دوسری بیٹی کا ان سے نکاح کراتا۔ اس حدیث کو اس طرح حافظ محب الدین طبری نے ریاض نضرہ میں ذکر کیا ہے اور علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور دوسرے محدثین نے بھی ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں حضرت عثمانؓ کے کمال فضل اور آنحضرتؐ کے پاس مقبولیت کا بیان ہے۔

حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ سے کوئی اولاد نہ ہوئی جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تصریح کی ہے اور حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے ہاں چھ سال اور چھ ماہ رہیں۔ اور حضرت ام کلثومؓ نے حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں، ہجرت کے نویں سال ماہ شعبان میں وفات فرمائی۔ اور اسما بنت عمیس نے ان کو غسل دیا اور ان کے غسل میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب اور ام عطیہ بھی حاضر ہوئیں اور یہ میت عورتوں کی غاسلہ تھی۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ وتر یعنی تین بار یا پانچ بار یا ہفت بار یا اس سے زیادہ اگر زیادہ کی ضرورت ہو غسل دیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان کو پانی اور بیری کے درخت کے پتوں سے غسل دیں اور آخری مرتبہ میں کافور ڈالیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب غسل سے فارغ ہو جائیں تو مجھے خبر کریں۔ ام عطیہ نے کہا کہ جب ہم ان کے غسل سے فارغ ہوئیں تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی اور آنحضرت نے اپنی نیچے والی چادر کو جس سے نچلا بدن ڈھانپا جاتا ہے ہماری طرف پھینکی اور فرمایا کہ میری اس چادر کو عام کپڑوں کے اندر رکھیں یہ آپؐ نے تبرک کے لئے فرمایا، جب غسل پورا ہوا تو حضرت ام کلثوم کو مدینہ کے بقیع قبرستان کی طرف اٹھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے دفن کے لئے حضرت علی بن ابی طالبؓ، فضل بن عباس، اسامہ بن زید اور ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قبر میں داخل ہوئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے پر اس حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ کی چشم مبارک سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کی قبر اس جگہ ہے۔ جہاں قوم ہے اور مقبرہ بنات مکرمات کے نام سے مشہور ہے (یعنی دختران گرامی کا مقبرہ) اور اس مقبرہ میں ان کی باقی بہنیں ہیں۔ زینبؓ اور ام کلثوم۔ یہ کلام کا آخر ہے۔ والحمد للہ تعالیٰ علی الختام والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام وعلی آلہ العظام وصحبہ الکرام۔

* * *

دختران امام حسنؓ

(۱) فاطمہ یہ حضرت محمد باقر کی والدہ ہیں (۲) ام الحسن (۳) ام الخیر (۴) ام سلمہ (۵) ام عبداللہ (۶) سکینہ (۷) زینب (۸) ان کا نام معلوم نہیں ہے۔ علامہ ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ والدہ محمد اصغر، جعفر، حمزہ و فاطمہ از اولاد حسنؓ ام کلثوم بنت فضل بن عباس ہے اور محمد اکبر، حسن مثنیٰ اور دو بیٹیاں جو کہ صغیر سنی میں فوت ہو گئی تھیں ان چاروں کی والدہ خولہ بنت قیس بن جعفر ہیں جن کا لقب حنیفہ ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔ زید، ام الحسن اور ام الخیر کی والدہ بشیر بنت ابی مسعود انصاری ہے اور ابن ابی مسعود، عقبہ بن عمرو ہے جو کہ اصحاب کرام میں سے تھے، اسمٰعیل یعقوب اور دو بیٹیاں جو کہ خورد سالگی میں فوت ہوئی تھیں ان کی والدہ جعدہ بنت اشعث بن قیس بن معدیکرب ہے جو کہ قبیلہ بن کندہ سے ہیں۔ قاسم، ابو بکر اور عبداللہ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام قیلہ کہتے ہیں اور حسین اثرم، عبدالرحمٰن ام سلمہ کی والدہ ام ولد ہے۔ جن کا نام خطیبا تھا اور عمرو۔ (عین کی فتح کے ساتھ) کی والدہ بھی ام ولد ہے جن کا نام صافیہ تھا، طلحہ کی والدہ ام بنت طلحہ بن

عبداللہ بن عثمان تیمی ہے ۔ یہ طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ۔ عبداللہ اصغر کی والدہ زینب بنت سبیع بن عبداللہ ہے اور ابن سبیع حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کے بھائی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ابن سعد کی تحقیق پوری ہوئی ۔ امام حسن کی بقیہ اولاد کی ماؤں کے نام یقین سے معلوم نہیں ہو سکے ۔

علامہ ابن کثیر نے کتاب البدایہ والنہایہ میں کہا ہے کہ امام حسنؓ کی اولاد میں سے تین نفر امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے جو یہ ہیں ۔

قاسم، ابوبکر اور عبداللہؓ انتہیٰ ۔ شامی نے اپنی سیرت میں کہا ہے کہ طلحہؓ بھی اسی واقعہ میں شہید ہوئے ۔ انتہیٰ ۔

ذکر امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ کا مولد سال چہارم ہجرت کے ماہ شعبان میں ہوا حضرت حسنؓ کی ولادت کے چھ ماہ حضرت فاطمہ زہرا کے شکم میں رہے ، لیکن حق یہ ہے کہ چھ ماہ شکم میں رہنے والی روایت ضعیف ہے کیونکہ کہ امام حسنؓ کا تولد تیسرے سال ہجری ماہ رمضان میں ہوا ہے اور امام حسینؓ کا ماہ شعبان سال چہارم ہجری میں ہوا ۔ اس خیال سے امام حسینؓ کی شکم مادر میں رہنے کی مدت نو ماہ ہوتی ہے چھ ماہ نہیں ہوتی اور یہ کسی پر مخفی نہیں ہے ۔ تولد امام حسنؓ اور تولد امام حسینؓ کے درمیان کی مدت دس ماہ اور بیس دن ہوتی ہے ۔ واللہ اعلم ۔

امام حسینؓ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ شہید مقتول اور مظلوم تھے اور زوال آفتاب کے بعد بروز جمعہ تاریخ دس محرم ۶۱ھ میں دشتِ کربلا کے اندر آپ کی شہادت ہوئی ۔

آپ کے لشکر میں سے ۷۲ دوسرے افراد بھی آپ کے ساتھ شہید ہوئے ۔ ان میں سے ۲۳ افراد اولاد علیؓ، جعفرؓ اور عقیل سے تھے ۔ اور باقی دوسرے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین امام حسینؓ اور دوسرے شہداء کو ان کی شہادت کے دوسرے روز یعنی گیارہ تاریخ ماہ محرم قبیلہ بنی اسد کے اہل غاضریہ نے ان کو دفن کیا ۔

امام حسینؓ کا قاتل صحیح قول پر سنان بن انس بن عمرو نخعی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شمر بن ذی الجوشن قاتل تھا۔ خزاہم اللہ تعالیٰ بما یستحقونہ۔

امام حسینؓ کی عمر شریف کی مدت ۵۶ سال پانچ ماہ اور پانچ دن تھی۔ امام حسنؓ کی شہادت اور امام حسینؓ کی شہادت کے درمیان کا فاصلہ گیارہ سال دس ماہ اور چھ دن ہے۔

امام حسینؓ کی قبر شریف کربلا میں ہے جو کہ خاص وعام میں مشہور ہے۔ باقی آپ کے سر مبارک کے دفن میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کے سر مبارک کو یزید کے سامنے دمشق میں لے گئے تو اس نے اس کو مدینہ منورہ میں اپنے نائب عمر بن سعید کی طرف اس لئے روانہ کیا کہ اس کو مدینہ میں دفن کرے اور اس نے سر مبارک کو مدینہ کے قبرستان بقیع میں حضرت عباس اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقبرے میں دفن کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے سر مبارک کو دمشق میں اس جگہ دفن کیا جو دمشق کے دروازوں میں سے باب الفرادیس کے اندر واقع ہے جہاں مسجد ہے اور اس کا نام مسجد الراس ہے۔

اولاد حضرت امام حسینؓ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں بیٹے یہ ہیں:-

(۱) علی اکبرؓ۔ کربلا میں اپنے والد کے ساتھ شہید ہوئے۔ (۲) علی اصغرؓ جو کہ زین العابدین کے لقب سے معروف ہیں۔ (۳) جعفر (۴) عبداللہؓ (۵) محمدؓ۔

علامہ محب الدین طبری نے کتاب ذخائر العقبیٰ میں کہا ہے کہ زین العابدین علی اوسط کا لقب ہے اور علی اصغرؓ دوسرے ہیں اس لحاظ سے امام حسینؓ کے چھ بیٹے ہو جاتے ہیں لیکن یہ قول قوی نہیں ہے اور علماء کی اکثریت پہلے قول کی طرف گئی ہے اس طرح صاحب سیرت شامیہ نے نے اپنی کتاب سیرت میں کہا ہے۔

امام حسینؓ کی نسل صرف امام زید العابدین سے باقی رہی اور دوسرے پسران گرامی سے کوئی نسل باقی نہیں ہے۔

آپ کی بیٹیاں یہ ہیں :-

(۱) فاطمہ، حسن مثنیٰ بن مجتبیٰ بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نکاح میں آئیں اور ان سے عبداللہ تولد ہوئے۔ (۲) سکینہ (۳) زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

علامہ ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ امام حسینؓ کے صاحبزادے علی اکبرؓ کی والدہ آمنہ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہے اور علی اصغر (جنہیں زین العابدین کہا جاتا ہے) کی والدہ باندی (ام ولد) تھیں اور جعفر کی والدہ کا نام سلافہ ہے اور فاطمہؓ کی والدہ کا نام ام اسحٰق بنت طلحہ ہے عبداللہ بن عثمان تمیمی ہے یہ طلحہؓ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں (جن کو بہشت کی بشارت ملی تھی) عبداللہ اور سکینہ کی والدہ رباب بنت امرءالقیس بن عدی ہے۔ ابن سعد کا کلام پورا ہوا۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ زین العابدینؒ کی والدہ ام ولد ہے ان کا نام سلامہ بنت یزدجرد ہے اور یزدجرد ایرانی بادشاہوں کا آخری بادشاہ ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام غزالہ تھا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؓ کی والدہ سلامہ سندھی عورت تھیں۔ یعنی ملک سندھ سے آئی تھیں[1] ابن کثیر کا کلام پورا ہوا۔

فتاویٰ صوفیہ میں کہا ہے کہ زین العابدینؓ کی والدہ کے دو نام تھے ان کو سلامہ بھی کہتے تھے، اور غزالہ بھی کہتے تھے انتہیٰ۔

ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں کہا ہے کہ امام حسینؓ کے بیٹوں میں سے امام حسینؓ کے ساتھ کربلا کے واقعہ میں دو بیٹے شہید ہوئے۔ علی اکبر اور عبداللہؓ اور علی اصغر زندہ رہے۔ امام حسینؓ کی تمامی نسل ان ہی سے باقی ہے۔ علامہ نسابہ سید محمد بن حسین نے تحفۃ الطالب میں کہا ہے کہ علی اصغر ملقب بہ زین العابدینؓ اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد ۳۴ سال زندہ رہے اور کربلا کے واقعہ کے وقت ان کی عمر ۲۳ سال تھی۔ اس لحاظ سے ان کی تمامی عمر ۵۷ سال ہوگی۔ انتہیٰ۔

---

[1] ابن کثیر سے پہلے مورخ ابن قتیبہ نے بھی اس روایت کو لکھا ہے (قاسمی)

This book has been digitized by www.maktabah.org.

Maktabah.org does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah.org, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.